شرح رسائل التوحید 2

نواقضِ اسلام



وہ خطرناک باتیں جو آدمی
کو دائرہ اسلام سے
خارج کر دیتی ہیں

حامد کمال الدین

حضرات! ایک طرف تو ہم کہیں کہ اسلام کے بغیر آدمی لاکھوں کروڑوں سال آگ میں جلے گا۔ دوسری طرف ہمارا یہ خیال ہو کہ اسلام میں آنے اور مسلمان رہنے کیلئے کوئی قاعدہ قانون ہی نہیں! عقل کا تقاضا ہے کہ خدا کی رحمت ایسی انمول چیز ہو تو سب کیلئے مگر ہو کسی اصول merit کی بنیاد پر۔ جو اسکو پائے وہ کسی معقول بنیاد پر پائے اور جو اِسکو کھوئے وہ بھی کسی معقول بنیاد پر۔

اب جہاں تک اس نعمت کو پانے کا تعلق ہے تو اس کا اصول یہ ہے کہ آدمی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی صورت میں اپنی زندگی کیلئے ایک لائحہ عمل اختیار کرے اور اُس پر گامزن ہو۔ شروطِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو پورا کرنا اسلام کے اِسی اولین مطالبہ سے عہدہ برآ ہونا ہے۔

اور جہاں تک اِس نعمت کو کھو دینے کا تعلق ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی کوئی ایسا قول، یا فعل، یا اعتقاد یا رویہ اختیار کرلے جو اُس کو دین سے خارج کر دینے والا ہو۔ یعنی ''نواقض اسلام'' کا مرتکب ہونا۔

نواقض اسلام ہر گناہ کو نہیں کہتے۔ حتی کہ جو بڑے بڑے گناہ ہیں اور جن کو ہم ''کبائر'' بولتے ہیں مانند: قتل، زنا، چوری، ڈکیتی، سود خوری، شراب نوشی وغیرہ وغیرہ وہ بھی اسلام کے نواقض نہیں۔ مگر وہ باتیں جو ہم نواقض اسلام کے تحت اِس کتاب میں پڑھیں گے وہ اِن کبائر سے بھی بھیانک تر ہیں۔ یہ سب شرک اور کفر کی قبیل سے ہیں جو کبھی معاف ہوتے ہی نہیں، سوائے یہ کہ آدمی موت سے پہلے ان سے تائب ہو جائے۔

شرح رسائلِ توحید

2

نواقضِ اسلام

(وہ باتیں جو آدمی کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتی ہیں)

حامد کمال الدین

مطبـــــوعات ایقـــــاظ

طبع اول: شعبان ۱۴۲۸ھ، اگست ۲۰۰۷ء

طبع دوم: جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۲۹ھ، مئی ۲۰۰۸ء

طبع سوم: رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ، اگست ۲۰۱۰ء

عنوان: نواقضِ اسلام

(بسلسلہ شرح رسائلِ توحید)

مؤلف: حامد کمال الدین hamidkamaluddin@gmail.com

ناشر: مطبوعات ایقاظ

قیمت:

برائے رابطہ و وی پی:

مطبوعاتِ ایقاظ

336D سبزہ زار، لاہور

Ph: 0423-5175288 / 0323-4031634

www.eeqaz.com

فہرس

مُقدّمہ نواقض اسلام.. گناہوں کی سب سے سنگین وخطرناک قسم	4
اسلام.. "ضابطوں کا دین"، نہ کہ 'آبائی مذہب'	12
دائرۂ اسلام سے خارج کر دینے والی دس باتیں:	26
١- عبادت میں شرک	28
٢- خالق اور مخلوق کے مابین واسطے گھڑنا	31
٣- مشرکین کو کافر نہ کہنا یا ان کے مذہب کا استحسان کرنا	33
٤- کسی قانون یا ضابطے کو شریعتِ محمدؐ پر ترجیح دینا	48
٥- شریعت کی کسی بات کو ناپسند جاننا	53
٦- دینِ اسلام کی کسی بات کا مذاق اڑانا	60
٧- جادو اور 'عملیات' کرنا	67
٨- کافروں کا رفیق اور حلیف ہونا	71
٩- کسی (شخص یا ادارے) کو شریعتِ محمدؐ سے بالا یا مستثنیٰ جاننا	75
١٠- دین کو کوئی ذرہ بھر توجہ نہ دینا	80
فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ	85
مسئلۂ تکفیر سے متعلق کچھ ضروری توضیحات	86

مُقَدِّمَہ

نواقضِ اسلام

گناہوں کی سب سے سنگین و خطرناک قسم

ہمارے دین نے ہمیں کچھ ایسی خطرناک ترین باتوں کی نشاندہی کر کے دی ہے جو ایمان کو بالکلیہ زائل کر دیتی ہیں۔ علمائے عقیدہ کی اصطلاح میں ان باتوں کو ''نواقضِ اسلام'' کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ باتیں جو آدمی کے ''اسلام'' کو توڑ دیتی ہیں اور تب آدمی پر از سر نو اسلام میں داخل ہونا ضروری ٹھہرتا ہے۔

''نواقض اسلام'' وہ خطرناک امور ہیں جو آدمی کا پڑھا ہوا ''کلمہ'' اُس کے حق میں ساقط الاعتبار ٹھہرا دیں۔ کیونکہ کلمہ ''**لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ**'' میں جو بات کہی گئی تھی، ''نواقض اسلام'' کا مرتکب ہو کر آدمی اُس بات کو توڑ دیتا ہے۔ تب وہ سب فوائد جو اُس کو ''کلمہ گو'' ہونے کے ناطے حاصل ہوتے ہیں، اُس کے حق میں موقوف ٹھہرتے ہیں۔ ایسے شخص پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ ''کلمہ'' کو ساقط کر دینے والے اُس عمل یا رویے سے تائب ہو اور از سر نو ''کلمہ'' کی شہادت دے۔

''اسلام'' دراصل ایک عہد اور ایک میثاق ہے۔ ''اعمال'' سے بھی پہلے، خدا کے ہاں انسان کا یہ ''عہد نامہ'' agreement دیکھا جاتا ہے۔ آدمی کا یہ ''عہد'' اور یہ ''میثاق'' سلامت ہو تو عبادت گزاروں میں اُس کا کھاتہ باقی رکھا جاتا ہے۔ وہ کوئی نیکی کرے تو اُس کے قبول ہونے اور بخشش کی درخواست

کرے تو اُس کے سنے جانے کا امکان مشیئتِ خداوندی میں برقرار رہتا ہے۔ البتہ یہ "عہدنامہ" اگر اُس کے ہاں نہ پایا گیا ہو، یا "نواقض اسلام" کا مرتکب ہو جانے کے باعث اُس کا یہ "عہد نامہ" کالعدم ٹھہر گیا ہو.. تو آدمی کے نیک اعمال کسی کھاتے میں آتے ہی نہیں، جب تک کہ وہ دوبارہ "کلمہ" پڑھ کر خدا کے ہاں اپنا کھاتہ نہ کھلوا لے۔

غرض "اعمال" سے پہلے، اسلام میں آدمی کا "عہد نامہ" دیکھا جاتا ہے کہ آیا اُس کا "اقرارِ شہادتین" قائم valid ہے یا نہیں؟

یہ "عہد نامہ" کامل حالت میں ہو پھر تو کیا ہی بات ہے، ناقص حالت میں ہو تو بھی کچھ نہ کچھ کام دیتا ہے؛ اسلام میں ایک فاسق فاجر شخص (مانند چور، زانی وغیرہ) کا "اقرارِ شہادتین" بھی منسوخ invalid بہرحال نہیں ہوتا؛ یوں قیامت کے روز اُس کی بخشش کا سوال خارج از امکان نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ ___ اصولِ اہل سنت کی رُو سے ___ آدمی کا فسق و فجور اُس کے ایمان (اقرارِ شہادتین) میں ایک بہت بڑا نقص لے آنے کا سبب ضرور بنتا ہے مگر اُس کو بالکلیہ ختم کر دینے کا سبب نہیں۔ پس اگر کسی کا "عہدِ ایمان" ناقص حالت میں بھی باقی ہے تو کچھ نہ کچھ اور کسی نہ کسی مرحلہ پر وہ اُس کو فائدہ ضرور دے گا۔

البتہ سب سے زیادہ بدنصیب اور سب سے بڑھ کر خطرہ میں وہ شخص ہے جس نے دنیا اِس حالت میں چھوڑی کہ وہ اپنی شہادتِ لا الٰہ الا اللہ کو ہی توڑ بیٹھا تھا۔ "نواقض اسلام" وہ خطرناک باتیں ہیں جو آدمی کی شہادتِ لا الٰہ الا اللہ کو توڑ دیتی ہیں اور اُس کا اعتبار آخری حد تک ختم کر دیتی ہیں۔

انسان کی سب سے قیمتی متاع یہی شہادتِ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ فسق و فجور کے اعمال اِس میں نقص لانے کا باعث بنتے ہیں البتہ نواقض اسلام اِس کو بالکلیہ ختم کر دیتے ہیں۔ اُس خوش نصیب کے تو کیا ہی کہنے جو یہاں سے ایک کامل حالت میں یہ ''شہادت'' ساتھ لے کر اگلے جہان گیا۔ البتہ یہ ناقص حالت میں بھی ہوئی تو قبر اور حشر کے بہت سے مرحلوں میں اُس کے لئے کچھ نہ کچھ کارآمد بہرحال ہوگی۔ جہنم سے نکل آنا کوئی معمولی بات تو نہیں!

چونکہ انسان کی سب سے قیمتی متاع یہی ہے، اِس لئے ہر آدمی کو اپنا یہ ''عہد نامہ'' بہترین اور درست ترین حالت میں رکھنا ہوتا ہے اور اُن باتوں سے خبردار رہنا ہوتا ہے جو اس کے عہد نامے کو داغ دار کر دیں۔ تاہم اِس سے بھی بڑھ کر اُس کے ڈرنے اور خبردار رہنے کی وہ باتیں ہیں جو اُس کے عہد نامے کو داغ دار ہی نہیں سرے سے کالعدم کر دیں۔

''نواقض اسلام'' گناہوں کی وہ خاص قسم ہے جو آدمی کے ''اقرارِ شہادت'' کو کالعدم کر دینے کا موجب ہوں، یعنی جن کے ہوتے ہوئے آدمی کا دعوائے اسلام ہی غیر معتبر ٹھہرے۔

اب آپ خود ہی غور فرمایئے: آدمی کا ''دعوائے اسلام'' ہی خدا کے ہاں درخورِ اعتنا نہ ہو، تو اُس کے ''اعمال'' کے قابلِ اعتنا ہونے کی نوبت کیونکر آ سکتی ہے؟

پس جہاں ایک مسلمان کو یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ خدا کی معصیت اور نافرمانی کے وہ کام جو محض ''گناہ'' یا ''فسق و فجور'' کہلاتے ہیں اُس کے حق میں کس قدر مہلک ہیں.. اُس سے کہیں بڑھ کر اُس پر یہ واضح ہونا ضروری ہے کہ خدا کی معصیت اور نافرمانی کے وہ امور جو ''موجب کفر و ارتداد'' ہیں اور جو

کہ سب نیکیوں پر پانی پھیر کر رکھ دینے والے ہیں اُس کے حق میں کس قدر تباہ کن ہیں۔

''اسلام'' سب سے پہلے ایک عہد، ایک اقرار، ایک شہادت اور ایک حلف نامہ ہے۔ اِسی ''عہد'' کے دم سے اُس کی رکنیت ملت کے اندر باقی رہتی ہے۔ اِسی ''شہادت'' کی بدولت اُس کے نیک اعمال کو شرفِ قبولیت بخشا جاتا ہے۔ اِسی ''رشتۂ بندگی'' کے واسطے سے بخشش کی دعائیں اور التجائیں سنی جاتی ہیں۔ اِسی ''تعلق'' کے وسیلے سے خطائیں اور لغزشیں معاف ہوتی ہیں۔ اِسی پر سب کے سب اعمال کا دارو مدار ہے۔ سب سے بڑھ کر آدمی کے پریشان ہونے کی بات ہے تو وہ یہی کہ خدا کے ساتھ اُس کا یہ ''عہد'' ہر قسم کے داغ دھبے سے محفوظ رہے اور اُن چیزوں سے تو خاص طور پر بچا کر رکھا جائے جو کسی وقت اس کا کام ہی تمام کر جائیں۔ یقیناً کچھ باتیں ایسی ہیں جو آدمی کے اِس ''عہد'' کو عیب دار کر دینے کا موجب ہوں، اور جو کہ عام کبائر ہیں۔ لیکن کچھ باتیں بلا شک و شبہ ایسی ہیں جو اِس ''عہد'' کو وجود ہی سے ختم کر کے رکھ دیں، اور جن کو کہ ''نواقض اسلام'' کہا جاتا ہے۔

ظاہر ہے، جتنی کوئی چیز خطرناک ہے اتنا ہی اُس سے بچ کر رہنا ضروری ہے۔

اگر ایسا ہے تو آدمی سوچ سکتا ہے کہ ''نواقض اسلام'' سے بڑھ کر کونسی چیز ہے جس سے وہ ساری زندگی خبردار اور چوکنا رہے۔ آدمی کا ''عہدِ اسلام'' خراب اور داغدار ہو جانا بھی اُس کو برداشت نہ ہونا چاہیے، کجا یہ کہ وہ کوئی ایسا کام کر بیٹھے کہ جس کے باعث وہ اپنی یہ متاع سرے سے کھو بیٹھے۔

علمائے عقیدہ ہمیں بتاتے ہیں: عام کبیرہ گناہوں سے مومن کا یہ ''کھاتہ'' خراب اور داغ دار ضرور ہوتا ہے تاہم کالعدم نہیں ہو جاتا۔ عام کبیرہ گناہوں کا رسیا شخص فاسق کہلاتا ہے۔ فاسق شخص ملت کی صفوں میں پایا جانے والا فاسد عنصر ہے، پھر بھی وہ ملت سے خارج نہیں ہوتا۔ زنا، چوری، ڈکیتی، قتل، بددیانتی وغیرہ ایسے گناہ سب کبائر ہیں۔ یعنی دین اسلام کی رو سے یہ بڑے بڑے پاپ ہیں۔ اِن کے ارتکاب سے آدمی کا اللہ کے ساتھ کیا ہوا وہ عہد جسے ''اسلام'' یا ''ایمان'' کہا جاتا ہے، ناقص اور کمزور ہو جاتا ہے البتہ ٹوٹتا نہیں۔ غرض زنا، چوری، جھوٹ، بددیانتی اور اسی جیسے دیگر کبیرہ گناہ سرزد ہونے کے باوجود آدمی مسلمان بہرحال رہتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں ایسے شخص کو فاسق یا فاجر کہا جائے گا، جو کہ مسلمان ہونے کا ایک نہایت ناقص درجہ ہے۔ ایسے افعال سے آدمی عذابِ خداوندی کی وعید میں ضرور آ جاتا ہے، جو کہ ہے تو ایک نہایت خطرناک بات، کیونکہ تھوڑی دیر کیلئے بھی خدا کا عذاب سہنا ایک بے حد خوفناک اور روح فرسا بات ہے، تاہم یہ ''وعید'' کا وہ دائرہ ہے کہ: خدا چاہے تو اپنی مرضی سے آدمی کا وہ گناہ معاف کر دے، یا پھر دنیا کی کسی مصیبت یا آخرت کی کسی سختی کے عوض، یا گناہوں کے مقابلے میں نیکیوں کا پلڑا بھاری نکل آنے کے باعث، یا اپنے کسی نیک بندے کی شفاعت کے نتیجے میں، یا دوزخ میں کچھ وقتی سزا دے دینے کے بعد، اُس گناہ کے انجام سے آدمی کی خلاصی کرا دے......غرض یہ امکان باقی ہے کہ کسی نہ کسی وقت وہ خدا کی ابدی رحمت کا مستحق ہو جائے۔

لیکن صاحبو! ''نواقض اسلام'' گناہوں کی وہ خطرناک قسم ہے جو زنا سے بھی سنگین ہے اور چوری سے بھی۔ ''نواقض اسلام'' کبائر کی وہ قسم ہے جو شرابی

ہونے سے بھی سنگین تر ہے اور قاتل اور ڈکیت ہونے سے بھی۔ راشی، کرپٹ، سود خور یا بھتہ خور ہونے سے بھی۔ ''نواقضِ اسلام'' کچھ ایسے گھناؤنا کبائر ہیں جو ''کفر'' اور ''شرک'' کے باب سے ہیں اور جن کے ارتکاب سے:

- آدمی کا خدا کے ساتھ کیا ہوا بندگی اور عبادت کا وہ عہد جسے ''اسلام'' کہا جاتا ہے سرے سے کالعدم ہو جاتا ہے،
- یہ گناہوں کی وہ قسم ہے جس کو خدا معاف کرتا ہی نہیں۔ الا یہ کہ آدمی نے زندگی زندگی خدا سے اس کی معافی مانگ لی ہو اور اس سے تائب ہو گیا ہو،
- آدمی نے جانتے بوجھتے ہوئے ''نواقضِ اسلام'' کی قبیل کا کوئی گناہ کر لیا ہو اور اسی حالت میں اُس کی موت واقع ہو گئی ہو، تو دوزخ سے نکلنے کا امکان ہی ختم ہو جاتا ہے۔
- ایسے آدمی کی نیکیوں اور برائیوں کو ترازو کے پلڑوں میں ڈال کر تولنے اور جانچنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ ''نواقض اسلام'' کے ہوتے ہوئے کسی نیکی کے تلنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ ''نواقض اسلام'' اُس مصیبت کا نام ہے جو انسان کی سب سے بڑی نیکی یعنی ''ایمان'' یا ''توحید'' کو کالعدم کر چکی ہوتی ہے، پھر کسی اور نیکی کے باقی رہنے کا کیا امکان؟ نیکیوں کے برائیوں پر بھاری پڑنے کی نوبت اُسی شخص کے حق میں آئے گی جس کا دامن خواہ کیسی ہی برائیوں سے پر کیوں نہ ہو، البتہ ''نواقض اسلام'' ایسی کسی برائی سے اُس کا دامن بہر حال پاک ہو۔

مختصر یہ کہ عام کبائر سے انسان کا عہدِ بندگی عیب دار ہو جاتا ہے، البتہ اِس عیب دار حالت میں بھی اُس کا یہ عہدِ بندگی باقی ضرور رہتا ہے۔ تاہم ''نواقضِ

اسلام‘‘ وہ کبائر ہیں جن کے ارتکاب سے یہ عہد سرے سے ٹوٹ جاتا ہے، یعنی باقی ہی نہیں رہتا۔ تب آدمی کا نماز پڑھنا اُس کی آخرت کیلئے فائدہ مند رہتا ہے اور نہ روزہ رکھنا، حج کرنا اور نہ صدقہ وخیرات یا دین کا کوئی بھی عمل کرنا.. جب تک کہ آدمی کا خدا کے ساتھ وہ عہد ہی ازسرنو بحال نہ ہو جائے جس کو اصطلاح میں ’’شہادتین‘‘ کہا جاتا ہے۔ غرض آدمی ’’نواقض اسلام‘‘ کے دائرہ میں آنے والی کسی بات یا کسی رویے اور وتیرے کا مرتکب ہو، تو اُس پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے اُس عہد کی ازسرنو تجدید کرے، یعنی کلمہ **لا الله الا الله محمد رسول الله** کی ازسرنو شہادت دے۔

پس ’’نواقضِ اسلام‘‘ ایسے ہی کچھ سنگین اور خطرناک اقوال، اعمال اور رویوں کا نام ہے جو انسان کی کلمہ گوئی کا اعتبار ختم کر کے رکھ دیں۔ اب آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ ایسے خطرناک اقوال، افعال اور رویوں سے آگاہ و متنبہ رہنا انسان پر کس قدر لازم ہے، خصوصاً آج جبکہ معاشروں میں جہالت عام ہے۔ فتنوں اور گمراہیوں کا دور دورہ ہے۔ سنگین قسم کے انحرافات کی آندھیاں اور جھکڑ پورے زور کے ساتھ چل رہے ہیں۔ حق، غربت اور اجنبیت کا شکار ہے اور ’اسلام‘ کے نام پر ہزارہا قسم کی تحریفات اور جعلسازیاں دیکھنے کو ملتی ہیں؟

پس آج تو سب سے بڑھ کر ضروری ہوگا کہ آدمی کو ’’نواقض اسلام‘‘ معلوم ہوں۔ بلکہ ضروری ہوگا کہ آدمی اپنے عزیزوں، دوستوں اور اپنی قوم کے لوگوں میں ان خطرناک امور سے متعلق شعور عام کرے۔

☆☆☆☆☆

قارئین! اِس سلسلہ کے پچھلے کتابچہ میں ہم نے یہ جاننے کی کوشش کی تھی کہ خدا کے ساتھ بندگی کا یہ رشتہ اور یہ میثاق وجود میں کیونکر لایا جاتا ہے۔ وہاں ہم پڑھ آئے ہیں کہ اِس کے لئے شروطِ لا الٰہ الا اللہ کا متحقق ہونا ضروری ہے۔ حالیہ کتابچہ میں اب ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ اِس "میثاق" کو توڑ دینے والی کون کونسی باتیں ہیں، تاکہ آدمی اِن سے متنبہ رہے۔ اول الذکر اگر ایک مسلم فرد یا معاشرے کو وجود میں لانے کیلئے ضروری ہے تو ثانی الذکر کا علم ہونا اس فرد یا معاشرے کو "مسلم" رکھنے کے لئے ناگزیر ہے۔

مسلم معاشرہ ایک نظریاتی معاشرہ ہے۔ یہاں سب سے بڑھ کر ضروری ہے کہ: آدمی کو "اسلام" میں داخلہ کا راستہ بھی نشان زد کر کے دیا جائے اور "اسلام" سے خارج کر دینے والے راستوں سے بھی اُس کو خبردار رکھا جائے۔ مسلم معاشرے کو اُس کی بنیادوں پر کھڑا کرنے اور کھڑا رکھنے کیلئے اِس بات سے ہرگز کوئی مفر نہیں۔ اسلام کے اِحیاء کے جہاں اور کئی ایک تقاضے ہیں وہاں یہ بھی ایک تقاضا ہے۔ اِس کے بغیر مسلم معاشروں کو اُن کا ٹھوس پن اور ٹھیٹ پن واپس دلانا ممکن نہیں۔ آج کے دور میں جہاں 'گلوبلائزیشن' کے تھپیڑے عالمی سماج کی ایک تشکیل نو کر رہے ہیں، جبکہ ہمارے معاشرے بطورِ خاص اُن کا ہدف ہیں، ہمارے "عقیدہ" کے یہ اصیل حقائق ہماری خصوصی ضرورت ہیں۔

وما توفيقى إلا بالله، عليه توكلت وإليه أنيب

حامد کمال الدین

اسلام

"ضابطوں کا دین"

نہ کہ

'آبائی مذہب'!

چونکہ بھائیو اسلام کوئی نسلی مذہب نہیں بلکہ ایک اصولی ضابطہ ہے، لہٰذا اسلام کے دروازے ہر کسی پر ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ کوئی جب چاہے اس میں داخل ہو اور خدا کی ابدی رحمت کا مستحق۔ اس پر کسی قوم یا کسی نسل کا ہرگز کوئی اجارہ نہیں۔ بس اس کی کچھ شرطیں آپ پوری کر دیجئے آپ داخل اسلام ہوئے۔ یہاں اب آپ کو وہی حقوق حاصل ہیں جو صدیوں سے کسی مسلمان کو حاصل رہے ہوں۔

یہ اسلام کا عدل بھی ہے کہ اس کے دروازے سب کیلئے مساویانہ طور پر کھلے ہوں اور یہی اسلام کے عالمگیر ہونے کی دلیل بھی۔ ان دونوں باتوں کا تقاضا ہے کہ اس کی رکنیت اگر کسی کو ملے تو کسی خاص وصف merit کی بنیاد پر ملے اور اگر یہ رکنیت کسی سے چھنے تو بھی کسی خاص وصف کی بنیاد پر چھنے۔ اس کی رکنیت کیا ہے؟ خدا کی ابدی رحمت کا استحقاق۔ اربوں کھربوں سال کا آرام۔ انبیاء کی معیت۔ صالحین کی رفاقت۔ ایسا استحقاق بھلا محض کسی نسلی یا آبائی بنیاد پر ہو سکتا ہے؟ خود عقل کا تقاضا ہے کہ اس کا کوئی اصول اور ضابطہ ہو۔ اس کائنات کا

فرماں رواں سب سے بڑھ کر انصاف پسند ہے اور سب سے بڑھ کر حکمت اور دانائی کا مالک۔

اسلام کی اس صفت کو جان لینا بھائیو بے انتہا ضروری ہے۔ خدا ہمیں آگ کی سختی سے بچائے ایک طرف تو ہم کہیں کہ اسلام کے بغیر آدمی لاکھوں کروڑوں سال آگ میں جلے گا۔ دوسری طرف ہمارا یہ خیال ہو کہ اسلام میں آنے اور مسلمان رہنے کیلئے کوئی قاعدہ قانون ہی نہیں؟ عقل کا تقاضا ہے کہ خدا کی رحمت ایسی انمول چیز ہو تو سب کیلئے مگر ہو کسی اصول اور وصف merit کی بنیاد پر۔ جو اس کو پائے وہ کسی معقول بنیاد پر پائے اور اگر کوئی اس سے خالی رہے تو اس کی بھی کوئی باقاعدہ بنیاد ہو۔

اب جہاں تک اس نعمت کو پانے کا تعلق ہے تو اس کا اصول یہ ہے کہ آدمی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی صورت میں اپنی زندگی کیلئے ایک لائحہ عمل اختیار کرے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی شروط پوری ہو جائیں تو یہ لائحہ عمل خود بخود واضح ہو جاتا ہے...... مختصراً، یہ تمام باطل خداؤں کا انکار کر کے اور اللہ وحدہ لاشریک کے ماسوا پوجی جانے والی ہستیوں کے ساتھ کفر کر کے، بندگی اور عبادت کو اللہ وحدہ لاشریک کیلئے خالص کر دینا ہے، اور محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے لئے ہدایت کا منبع، قانون کا مصدر، حق کا معیار اور زندگی کا اسوہ ونمونہ مان لینا ہے۔ پورے علم اور وثوق کے ساتھ، صدق اور اخلاص کے ساتھ، گرویدہ ہو کر اور ظاہر و باطن میں اس کی پابندی قبول کرتے ہوئے۔

پھر اس لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کو ــــ شروط کے ساتھ ــــ ادا کرنے کے بعد آدمی کو زندگی کے جتنے دن نصیب ہونا ہوں...... اس کلمہ کا کم از کم اثر اس کی اس باقی

ماندہ زندگی میں نظر آنا ضروری ہے۔ اب یہ جس چیز کو ہم نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا اثر کہا ہے اسی کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے تقاضے بھی کہا جاتا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا یہ اثر (جس کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے تقاضے کہا جاتا ہے) ایک کلمہ گو کی زندگی میں کم از کم حد تک نظر آنا لازمی ہے۔

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے تقاضے" وہ امور ہیں جن کا یہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اپنے قبول کرنے والے سے اس کی روزمرہ زندگی میں مطالبہ کرتا ہے۔ مختصراً، اسلام کے سب فرائض و واجبات لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے تقاضوں میں ہی آتے ہیں بلکہ ایک معنیٰ میں مستحبات و مندوبات بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے تقاضوں ہی میں آتے ہیں، گو یہ شریعت کو رضاکارانہ بنیاد پر مطلوب ہیں نہ کہ بر سبیل لزوم۔ محرمات و مکروہات سے بچنا اور اپنے آپ کو مباحات کے دائرے سے باہر نہ نکلنے دینا بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے تقاضوں میں ہی آتا ہے۔ اسلام چونکہ ایک واقعاتی دین ہے اور انسانی کمزوریوں کا پورا لحاظ کرتا ہے، اِس لئے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے تقاضے کم از کم حد تک ادا کرنا تو بہرحال ضروری ہے، البتہ زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ نیز بعض فرائض و واجبات ادا ہونے سے رہ جائیں یا بعض محرمات کا ارتکاب ہونے لگے، تو بھی آدمی اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا بلکہ فسق و فجور لازم آتا ہے۔ ہاں اگر آدمی اسلام کے فرائض و واجبات کو بالکلیہ ترک کر دیتا ہے، اور جس کو علمائے عقیدہ کی اصطلاح میں "جنسِ عمل کا ترک" کہا جاتا ہے، تو یہ البتہ اہل سنت کے ہاں کفر شمار ہوتا ہے، جیسا کہ آپ "نواقض اسلام" کے آخری بند، "اعراض" کے تحت دیکھیں گے۔ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے تقاضے" ایک طویل موضوع ہے۔ خدا نے چاہا تو اس پر کبھی الگ سے بات کریں گے۔

بہرحال یہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے تقاضے اسی وقت زیر بحث آتے ہیں جب ایک بار آدمی کا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنا بجائے خود معتبر ہو۔اس سے پہلے اگر وہ اسلام کا کوئی عمل کرتا بھی ہے تو وہ قبول نہیں۔ کیونکہ خدا کو اسلام کا کوئی عمل فی نفسہ مطلوب نہیں بلکہ اسلام کا کوئی عمل خدا کو مطلوب ہے تو وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے تقاضے کے طور پر ہی مطلوب ہے۔ یہ ایک فضیلت اور شرف ہے جو خدا نے اس کلمہ کو دے رکھا ہے۔اسی وجہ سے ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ اسلام کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا فرض توحید ہے۔

چنانچہ اسلام کے جملہ اعمال اور فرائض __ جو کہ دراصل لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے تقاضا جات ہیں __ اسی وقت سے اور اسی وقت تک معتبر ہیں جب سے اور جب تک آدمی کا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنا معتبر ہے۔کوئی عمل اس سے پہلے معتبر ہے اور نہ اس کے بغیر۔

*****

اب یہاں سوال ایک نہیں دو ہو جاتے ہیں: آدمی کا داخلِ اسلام ہونا کس وقت 'سے' معتبر ہوتا ہے؟ اور یہ کس وقت 'تک' معتبر رہتا ہے؟ یعنی شرط صرف یہ نہیں کہ آدمی ایک بار کلمہ گو ہو جائے اور پھر جو مرضی کرتا رہے، بلکہ شرط یہ ہے کہ آدمی کی یہ صفت تادم زندگی باقی بھی رہے اور اس سے کسی وقت جدا نہ ہونے پائے۔سو اُس کے کلمہ گو ہونے کا اعتبار اگر کسی وقت ساقط ہو جائے تو اس کا معاملہ وہیں آ رہتا ہے جہاں ہم نے اس کو کلمہ پڑھنے کیلئے کہا تھا۔

ان میں سے پہلے سوال کا جواب ہم شروط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه میں دے آئے ہیں: آدمی کے مسلمان یا کلمہ گو ہونے کا اعتبار اس وقت سے ہوگا جب وہ شروط کو

پورا کرتے ہوئے کلمہ کا اقرار کرے گا۔

دوسرا سوال اب یہاں آ رہا ہے: آدمی کے کلمہ گو ہونے کا اعتبار کب تک رہتا ہے؟ جب تک وہ کوئی ایسا اعتقاد یا عمل یا رویہ اختیار نہ کر لے جو اس کو اسلام سے خارج کر دینے والا ہو۔ اسلام سے خارج کر دینے والے امور کو ''نواقض اسلام'' کہا جاتا ہے۔

چنانچہ ضروری ہے کہ آدمی کو ''شروطِ لا الہ الا اللہ'' ہی کی طرح ''نواقض اسلام'' بھی معلوم ہوں۔ کچھ بھی ہو جائے ایسی بات کے تو آدمی قریب تک نہ جائے جس سے اس کا کلمہ ہی ضائع ہو جائے اور یوں اس پر سے خدا کی رحمت کا سایہ اٹھ جائے اور پھر وہ جتنے بھی اعمال کرے سب کے سب قبولیت سے محروم رہیں۔

لازم ہے کہ انسان کو اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ بھی معلوم ہو اور پھر وہ اس سے خارج ہونے کی راہوں سے بھی خبردار اور چوکنا رہے۔ پہلی بات یعنی اسلام میں داخلہ ہم ''شروط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' میں پڑھ آئے۔ دوسری بات یعنی کن باتوں سے آدمی دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اب ''نواقض اسلام'' میں پڑھیں گے۔

*****

شروط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اور نواقض لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی مثال کچھ اس طرح سمجھئے جیسے نماز کی شروط اور نماز کے نواقض کا معاملہ ہے۔

نماز کیلئے آپ نے وضو کیا، نماز کی ایک شرط پوری کر لی۔ مگر اب یہ بھی ضروری ہے کہ جتنی دیر آپ کو نماز پڑھنی ہے اس سارا عرصہ آپ کا وضو باقی بھی رہے۔ اب اگر دوران نماز وضو ٹوٹ جاتا ہے تو آپ کی پہلی پڑھی ہوئی رکعات

بھی گئیں اور جو نہیں پڑھیں وہ بھی پڑھنے سے رہ گئیں۔ اب آپ کی نماز نہ ہوگی تاوقتیکہ آپ وضو کی تجدید نہ کرلیں۔

''وضوء ٹوٹنے'' کے علاوہ کچھ امور ہو سکتے ہیں جو نواقضِ صلوۃ ہوں یعنی جو نماز توڑ دیں۔ مثلاً دوران نماز گفتگو، خورد نوش یا کوئی اور ایسا کام کرنا جو نماز میں ممنوع ہے اور نماز کے نواقض میں شمار ہوتا ہے۔

جس طرح کچھ باتیں نماز کو توڑ دیتی ہیں اور ''نواقض صلوٰۃ'' کہلاتی ہیں، اسی طرح کچھ باتیں روزہ کو توڑ دیتی ہیں اور ''نواقضِ صوم'' کہلاتی ہیں۔ مثلاً جانتے بوجھتے ہوئے کھانا یا پینا یا قے ءکرنا وغیرہ۔

اسی مثال کو کچھ وسیع کرلیں۔ زندگی زندگی انسان کو خدا کی بندگی کرنی ہے۔ یعنی ''مسلم'' بن کر رہنا ہے۔ اس کیلئے ایک تو یہ ضروری ہے کہ انسان کا شہادتِ حق دینا ایک بار معتبر ہو (جو کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کو شروط کے ساتھ ادا کرنے سے ہوتا ہے) دوسرا یہ ضروری ہے کہ اس کا شہادتِ حق دینا پھر مرتے دم تک معتبر بھی رہے۔ یعنی آدمی کا 'کلمہ' نہ ٹوٹے۔ کلمہ کو توڑ دینے والی باتوں کو ہی علماء کی اصطلاح میں ''نواقض اسلام'' کہا جاتا ہے۔

پس یہ دو باتیں نہایت اہم ہو جاتی ہیں:

۱) شروطِ لا الٰہ الا اللہ ادا ہوں تو آدمی ''کلمہ گو'' بنتا ہے۔

۲) نواقضِ اسلام ایسی کسی چیز کا ارتکاب ہو تو آدمی ''کلمہ گو'' نہیں رہتا۔

شیخ الاسلام محمد التمیمی اپنے رسالہ ''اربع قواعد للدین تمیز بین المؤمنین والمشرکین'' کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

چنانچہ اگر تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی عبادت کرانے کو پیدا

کیا تو پھر تم کو یہ بھی جاننا چاہیے کہ عبادت عبادت ہی نہیں کہلاتی جب تک وہ توحید کے ساتھ نہ ہو، بالکل ویسے ہی جیسے نماز نماز نہیں کہلاتی جب تک وہ طہارت کے ساتھ ادا نہ ہو۔ پھر جب شرک آ جائے تو عبادت باطل ہو جاتی ہے، عین اُسی طرح جیسے دوران نماز کسی کا وضو جاتا رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَن يَعْمُرُواْ مَسَاجِدَ الله شَاهِدِيْنَ عَلَى أَنفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُوْلَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِيْ النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ

(التوبہ:۱۷)

"مشرکوں کا یہ کام نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد آباد کریں جبکہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دیتے ہیں۔ ان کے تو سارے اعمال اکارت ہیں اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے"۔

چنانچہ اگر تم اس بات سے آگاہ ہو جاؤ کہ عبادت جب شرک آمیز ہو تو باطل ہو جاتی ہے انسان کا سارا عمل اکارت ہو جاتا ہے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والوں میں شمار ہوگا تو تمہیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اس بات سے آگاہ رہنا تم پر سب سے زیادہ لازم ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ تمہیں شرک کے اس چنگل سے بچا کے رکھ لے۔

(مجموعہ التوحید صفحہ:۲۵۴)

*****

نواقض اسلام وہ باتیں ہیں جن سے آدمی پر آگ واجب ہو جاتی ہے۔ ان کے پائے جانے کی صورت میں نماز، روزہ اور زکوٰۃ خیرات تو کیا، کلمہ بھی فائدہ

نہیں دیتا......تا آنکہ ان سے توبہ نہ کر لی جائے۔ کیونکہ نواقض اسلام ہیں ہی وہ باتیں جن کی سب سے پہلے کلمہ پر ہی زد پڑتی ہے۔

یہاں ''کلمہ گو'' والی غلط فہمی کا ازالہ ایک بار پھر ضروری ہے۔نواقض اسلام کہتے ہی ان باتوں کو ہیں جو کسی شخص کو اسلام سے خارج کر دیں یعنی کلمہ گو کو کلمہ گو نہ رہنے دیں۔نواقضِ اسلام ہیں ہی وہ باتیں جو آدمی کے کلمہ گو ہونے کو کالعدم کر دیں۔نواقض اسلام کسی کافر کو اسلام سے خارج کرنے والی باتوں کو نہیں کہا جاتا! بلکہ نواقض اسلام تو عین وہ باتیں ہیں جو کسی ''کلمہ گو'' کو کافر قرار دینے کیلئے علماء اور ائمہ نے بیان کی ہیں۔ پس یہ بات جان لینے کے بعد اس امر کی گنجائش نہیں رہتی کہ آپ کسی کلمہ پڑھنے والے شخص کو طاغوت کی مسند پر دیکھیں یا کسی قبر کو سجدہ کرتے ہوئے پائیں تو اسے ''بہر حال مسلمان'' کہنے اور سمجھنے پر مجبور ہوں، کیونکہ وہ آپ کے خیال میں کلمہ پڑھتا ہے!

جو شخص طاغوت کی مسند پر جا بیٹھے یا غیر اللہ کو سجدہ کر آئے، یا جو غیر اللہ سے حاجت روائی کروا آنے سے دریغ نہیں کرتا، اُس کا ''کلمہ'' کہاں رہ گیا؟ وہ تو ''کلمہ'' پڑھتا نہیں ''کلمہ'' کو توڑتا ہے!

نواقضِ اسلام کی بابت ایک اور بات ذہن نشین ہونا بھی ضروری ہے۔ اسلامی فقہ کی کوئی کتاب ایسی نہ ہوگی جس میں ''باب المرتد'' نہ ہو۔ اس باب میں فقہاء دراصل نواقض اسلام ہی بیان کرتے ہیں۔ کتب فقہ میں ان باتوں کی فہرست بہت طویل ہے جن سے ایک کلمہ گو اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ مگر اس مختصر رسالہ میں شیخ محمد التمیمیؒ نے ان بیشتر باتوں کو دس نواقض اسلام کے تحت ایک ایسے مؤثر انداز میں بیان کر دیا ہے جس کی فی زمانہ ضرورت تھی۔

بہر حال ہمارے ہاں کوئی شخص جیسے مرضی شرک کرے، چاہے کروڑوں انسانوں پر معبود اور طاغوت بن بیٹھے، جب تک "کلمہ" پڑھنے سے دستبردار نہ ہو اس کو مسلمان کہنا واجب سمجھا جاتا ہے۔ گویا مرتد شخص وہ ہوتا ہے جو اسلام سے "بقلم خود" مستعفی ہو جائے اور جو خود کو مسلمان کہے یا لکھے جانے پر شدید معترض ہو! ایسی کوئی شرط کسی فقیہ نے فقہ کی کسی کتاب میں نہیں لگائی جو کہ ہمارے جاہلی معاشرے میں تقریباً اجماع کا درجہ رکھتی ہے!

*****

فتنوں کا ایک ایسا دور جس میں آدمی صبح کو مومن اور شام کو کافر ہو رہے یا پھر شام کو مومن ہو اور صبح چڑھنے تک کافر ہوا ہو......اس کی پیشگوئی حدیث میں ہوئی ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ أن رسول اللّٰہ ﷺ قال:

"بادروا بالاعمال فتنا کقطع اللیل المظلم۔ یصبح الرجل مومناً ویمسی کافراً أو یمسی مؤمنا ویصبح کافراً یبیع دینہ بعرض من الدنیا" (رواہ مسلم)

"نیک اعمال کی جلدی کر لو اس سے پہلے کہ کچھ ایسے فتنے آئیں جو رات کے سیاہ پردوں کی طرح (چھا جانے والے) ہوں۔ آدمی صبح کو مومن ہوگا تو شام کو کافر ہوا ہوگا۔ یا شام کے وقت مومن ہوگا تو صبح تک کافر بنا ہوگا۔ دنیا کے کسی لالچ کے عوض آدمی اپنا دین بیچ دیا کرے گا"۔

پس فتنوں کے دور میں نواقض اسلام، یعنی وہ باتیں جن کے ارتکاب سے آدمی حالت ایمان سے حالت کفر میں چلا جاتا ہے، کا علم رکھنا اور ان سے بے حد خبردار رہنا اور دوسروں کو خبردار کرنا اس حدیث کی رو سے اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔

کفر یا شرک یا خدا کو غصہ دلانے کے بعض الفاظ یا عبارتیں، رویے یا انداز ایک جاہلی ماحول میں بسا اوقات اس قدر عام اور معمول کی بات ہو جاتے ہیں کہ آدمی کو اندازہ بھی نہیں ہوتا اور وہ کفر کا مرتکب ہو رہا ہوتا ہے۔ کسی چیز سے لاعلمی کوئی مطلق عذر نہیں۔ بسا اوقات لاعلمی الگ سے آدمی کا ایک گناہ شمار ہوتا ہے اور اس لاعلمی کے باعث کیا گیا گناہ یا کفر و شرک کا وہ کام الگ سے اس کے کھاتے میں ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔ آدمی کو یہ اندازہ تک نہ ہونا کہ وہ خدا کو کس قدر ناراض کر دینے والی بات کر رہا ہے بسا اوقات علیحدہ سے ایک جرم شمار ہوتا ہے۔ جب آدمی جاننے پر قادر ہو مگر جاننے کی ضرورت تک محسوس نہ کرے تو بہت امکان یہ ہے کہ خدا کے ہاں اس کا جاہل رہنا کوئی عذر نہ ہو۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"إن العبد لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللّٰہ لا یلقی لھا بالاً یرفعہ اللّٰہ بھا درجات۔ وإن العبد لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللّٰہ لا یلقی لھا بالاً یھوی بھا فی جھنم" (رواہ البخاری)

"ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"بندہ کبھی کوئی خدا کو خوش کرنے والی ایسی بات زبان سے بول دیتا ہے جس کی طرف اس کی کوئی توجہ تک نہیں گئی ہوتی مگر اللہ اس کے سبب اس کے بہت سے درجات بلند کر دیتا ہے۔ بندہ کبھی کوئی خدا کو ناراض کر دینے والی ایسی بات زبان سے بول دیتا ہے جس کی طرف اس کی کوئی توجہ تک نہیں گئی ہوتی مگر اس کے باعث وہ جہنم کے گڑھے میں جا گرتا ہے"۔

*****

نواقض اسلام کو جاننا ایک اور لحاظ سے بہت اہم ہے۔

جہاں تک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی شروط کا تعلق ہے ___ جیسے علم، یقین، اخلاص، صدقِ دل وغیرہ وغیرہ ___ تو یہ مسلمان ہونے کے لئے لازمی تو ہیں مگر کوئی شخص اِن شرطوں پر کہاں تک عمل پیرا ہوا ہے اور کہاں تک نہیں، یہ اللہ اور بندے کے مابین ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ بات انسانوں کے ضبط میں آنے والی نہیں کہ کسی انسان نے کس حد تک علم، یقین، اخلاص، صدق و وفا اور تسلیم کے ساتھ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا اقرار کیا ہے۔ ہم یہ تو کر سکتے ہیں، اور کرنا چاہیے، کہ لوگوں میں شروطِ لا الٰہ الا اللہ کا زیادہ سے زیادہ شعور پھیلائیں اور لوگوں کو اِس بابت زیادہ سے زیادہ متوجہ اور متنبہ کریں، مگر بالعموم یہ ناممکن ہے کہ لوگوں کا شروطِ لا الٰہ الا اللہ کو پورا کرنا یا نہ کرنا ہمارے علم میں آئے۔

جب ایسا ہے تو مذہب اہلسنت کی رو سے ہمارے لئے کسی آدمی کا صرف ظاہری اقرار ہوگا، جب وہ یہ کلمہ ادا کردے۔ پھر ہم اسے مسلمان ہی مانیں گے ...... جب تک کہ وہ نواقض اسلام میں سے کسی ایک کا مرتکب نہ ہوجائے۔

ہاں البتہ "نواقض اسلام" کا معاملہ سراسر اور ہے......

مسلم معاشرے میں کوئی شخص "نواقض اسلام" کا مرتکب ہوتا ہے، تو معاشرہ اُس کو بندے اور خدا کا مسئلہ قرار دے کر اُس سے لاتعلق نہیں رہے گا۔

معاشرے کو نواقض اسلام کے مرتکب شخص کے خلاف شدید ترین مزاحمت سامنے لانا ہوگی۔ مسلم ماحول اُس کو اپنے خلاف کھلی جنگ باور کرے گا۔ اُس پر شدید ترین گرفت ہوگی۔ دوست، احباب، رشتہ دار، بہن بھائی حتیٰ کہ بیوی بچے

اس کے خلاف سخت ترین ردعمل سامنے لانے کے پابند ہوں گے، کیونکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ وفاداری کا یہ ایک صریح تقاضا ہے۔

مسلم معاشرے میں کوئی شخص ایمان لانے کے بعد کفر اور شرک کا کوئی وتیرہ اختیار کرے تو پورا معاشرہ اس کو اپنے خلاف کھلا چیلنج سمجھے گا۔ کوئی جاہل اور لاعلم ہے تو باحسن طریق اُس کی جہالت ولاعلمی کا مداوا کیا جائے گا البتہ اگر وہ اس پر اصرار کرے تو اس پر شدید ترین گرفت کی جائے گی۔ مسلم اتھارٹی (جو کہ امراء اور علماء ہیں) اُس پر قیامِ حجت کر دینے اور توبہ کا موقعہ فراہم کر دینے کے بعد ارتداد کا حکم عائد کر دینے کی بھی مجاز ہوگی۔

نواقض اسلام میں سے جو عمل یا جو حرکت بھی انسانوں کے ضبط میں آنے والی ہو، اُس کی بابت مسلم معاشرے میں ایسا ہی سخت رویہ اختیار کیا جائے گا۔ بلاشبہ ایک کلمہ گو شخص کو مسلم معاشرے میں ایک عصمت حاصل ہے (عَصَمُوْا مَنّی دِمَاءَ هُمْ وَأمْوَالَهُمْ ''(جب وہ شہادتین اور اقامت صلوٰۃ وایتائے زکوٰۃ کرنے لگیں) تو میرے ہاں ان کی جانوں اور مالوں کو عصمت حاصل ہوگی'')۔ عام لوگ صرف اتنا ہی جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ عصمت جو ایک شخص کو ''کلمہ گو'' ہونے کے باعث حاصل ہوتی ہے، آدمی ''کلمہ'' کو ہی توڑ دے تو اُس کی یہ عصمت باقی نہیں رہتی۔ اور یہ تو ہم جان ہی گئے کہ ''نواقض اسلام'' ''کلمہ'' کو توڑ دینے ہی کا دوسرا نام ہے۔ لہٰذا کسی شخص کو پوری ڈھٹائی کے ساتھ افعالِ کفر و شرک کا مرتکب دیکھ کر بھی یہ کہنا کہ بھائی یہ کلمہ گو ہے، ''کلمہ'' سے ہی ناواقفیت کی دلیل ہے۔

*****

دوبارہ واضح کر دیا جائے:

نواقض اسلام ہر گناہ کو نہیں کہتے۔ حتی کہ جو بڑے بڑے گناہ ہیں یعنی کبائر، وہ بھی سب کے سب اسلام کے نواقض نہیں۔ کم از کم اہلسنت کا عقیدہ یہی ہے کہ کبائر کا مرتکب شخص خدا کی رحمت پہ معلق ہے، یعنی وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے اور چاہے تو ان پر پکڑ کر لے اور عذاب دے کر جہنم سے کسی نہ کسی وقت نکال دے۔ قتل، زنا، چوری، ڈکیتی، سود، شراب خوری وغیرہ وغیرہ محض کبائر ہیں۔ یعنی یہ بہت بڑے بڑے گناہ ہیں مگر یہ آدمی کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتے۔ مگر وہ باتیں جو ہم نواقض اسلام کے تحت یہاں آگے چل کر پڑھیں گے وہ کبائر سے بھی بھیانک تر ہیں۔ یعنی یہ جو نواقض اسلام ہیں یہ قتل، زنا، چوری، ڈکیتی، سود اور شراب خوری وغیرہ سے بھی بڑے گناہ ہیں۔ یہ سب شرک اور کفر کی قبیل سے ہیں جو کبھی معاف ہوتے ہی نہیں، سوائے یہ کہ آدمی موت سے پہلے ان سے تائب ہو جائے۔

ایمان کے بعد کفر یا شرک کی راہ اپنانا خدا کو سب سے زیادہ مبغوض ہے۔ کیونکہ ایسا آدمی اسلام میں سب سے بری مثال قائم کرتا ہے۔ دعویٰ اسلام کا اور کام شرک کا، یہ زمین میں سب سے بڑا فساد ہے۔ جو آدمی پہلے ہی اسلام سے باہر ہے اس کا تو معاملہ اور ہے مگر جو آدمی اسلام میں آ کر غیر اسلام پر چلے تو ایسا شخص دراصل اسلام اور شرک کا فرق ہی ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ جانتے بوجھتے ہوئے اسلام اور کفر کا فرق ملیامیٹ کر دینا سب سے بڑا جرم ہے۔

مسلم اُمت بنیادی طور پر ایک نظریاتی سوسائٹی کا نام ہے۔ اس میں داخل ہونے کی کچھ شروط ہیں۔ اس میں رہنے کے کچھ تقاضے ہیں اور اس کی رکنیت ختم

ہو جانے کے کچھ قواعد وضوابط ہیں۔ 'نواقض اسلام' کے تحت علماء نے دراصل یہ قواعد وضوابط ہی بیان کئے ہیں جو کہ آدمی کی مسلم سوسائٹی کی رکنیت باقی رہنے یا نہ رہنے کا تعین کرتے ہیں۔

''نواقض اسلام'' کچھ اعتقادات بھی ہو سکتے ہیں۔ کچھ افعال بھی ہو سکتے ہیں اور کچھ رویے بھی۔ نواقض اسلام کے مرتکب شخص پر، اس کو خبردار کر دینے اور توبہ کا موقعہ دے دینے کے بعد، اہل افتاء وقضاء کی طرف سے جب باقاعدہ کفر کا حکم لگا دیا جائے تو اس کے بعد اس شخص کو مرتد کہا جاتا ہے۔ اس کی اس حالت کو 'ارتداد' یا 'رِدَّۃ' سے موسوم کیا جاتا ہے۔

تاہم واضح ہو: ''نواقض اسلام'' کی بنیاد پر کسی شخص کو متعین کر کے ''کافر'' قرار دینے کا معاملہ بے حد نازک اور سنگین ہے۔ یہ وہ مسئلہ نہیں جسے عوام الناس اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اِس کا فیصلہ معاشرے میں چوٹی کے علمائے عقیدہ ہی کر سکتے ہیں۔ اِس مسئلہ کی کچھ تفصیل رسالہ میں آگے چل کر آئے گی۔

*****

آئندہ صفحات میں اب ہم اسلام کے نواقض ایک ایک کر کے پڑھیں گے البتہ یہ دس کے دس نواقض پہلے ایک ہی جگہ پر اختصار سے دیئے جائیں گے، تاکہ وہ بیک وقت قاری کی نظر میں آجائیں، ان دو مختصر صفحوں کا بچوں اور عام طالبعلموں کو بھی ازبر کرا دیا جانا بہت مفید ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد ہم ان نواقض میں سے ایک ایک کی شرح کریں گے۔ موٹے حروف میں شیخ محمد بن التمیمیؒ کے رسالہ ''نواقضِ اسلام'' کے متن کا اردو ترجمہ ہوگا اور نیچے ہماری شرح وتوضیح۔

&&&&&

نواقضِ اسلام

وہ دس باتیں

جن سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے

پہلی بات جو آدمی کو دائرۂ اسلام سے خارج کردیتی ہے یہ ہے کہ انسان اللہ کی عبادت اور بندگی میں کسی کو شریک کرے۔

دوسرا، وہ آدمی ہے جو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے اور وسیلے بنا کر ان کو پکارنے لگے۔ ان سے شفاعت کا سوالی ہو اور ان پر توکل اور سہارا کرنے لگے ایسا شخص اجماع اُمت کی رو سے کافر ہے۔

تیسرا، وہ شخص ہے جو مشرکین کو کافر نہ کہے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرنے لگے یا ان کے مذہب کو اچھا کہنے یا سمجھنے لگے ایسا شخص بھی کافر ہوجاتا ہے۔

چوتھا، جو شخص یہ سمجھے کہ کوئی ہدایت یا قانون نبی اکرم ﷺ کی ہدایت اور شریعت وقانون سے جامع تر یا مکمل تر ہے یا یہ کہ کسی اور کا حکم وقانون آپؐ کے حکم وقانون سے بہتر ہے مثلاً وہ شخص جو طاغوتوں کے حکم وقانون کو نبی اکرم ﷺ کے فیصلے اور آپ کے قانون پر ترجیح دے، تو ایسا انسان کافر ہے۔

پانچواں، وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دِین اور شریعت کی کسی بھی بات سے نفرت اور بغض رکھتا ہو۔ ایسا شخص کافر ہے اگرچہ وہ اس پر عمل پیرا ہی کیوں نہ ہو۔

چھٹا، وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے دین کی کسی بات یا آپؐ کے ذکر کردہ کسی ثواب یا عذاب کا مذاق اڑائے، کافر ہو جاتا ہے۔

ساتویں بات جس سے انسان کفر کا مرتکب ہوتا ہے جادو ہے۔ جادو میں محبت کے ٹونے بھی آتے ہیں اور کسی محبت سے دل پھیرنے کے بھی، سو جو یہ کام کرے یا اس پر راضی ہو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

آٹھویں بات جس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے وہ ہے مشرکوں کی نصرت اور پشت پناہی کرنا۔ یا مسلمانوں کے خلاف انکا معاون یا حلیف ہو جانا۔

نواں، وہ شخص جو یہ اعتقاد رکھے کہ بعض افراد محمد ﷺ کی شریعت کی تابعداری سے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں جیسا کہ خضرؑ موسیٰؑ کی شریعت سے خروج کر لینے میں آزاد تھے، ایسا شخص بھی کافر ہے۔

دسویں بات یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے دین سے بالکل ہی اعراض کئے بیٹھا ہو، نہ اس کا علم لیتا ہو اور نہ اس پر عمل کرتا ہو۔

&&&&&

پہلی بات جس سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے

عبادت میں شرک

پہلی بات جو آدمی کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتی ہے یہ ہے کہ انسان اللہ کی عبادت اور بندگی میں کسی کو شریک کرے،

دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ (النساء:۱۱٦)

”اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہوسکتا ہے جسے وہ معاف کرنا چاہے“

إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّهُ عَلَيهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ (المائدۃ:۷۲)

”جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں“۔

اس عبادت اور بندگی میں یہ بھی شامل ہے کہ آدمی غیر اللہ کیلئے ذبیحہ کرے جیسے مثلاً کسی جن کیلئے یا کسی قبر کیلئے کوئی جانور ذبح کیا جائے۔

شرح:

آدمی شرک کرے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے، اس سے بڑی غلط فہمی کوئی نہیں ہوسکتی۔ جتنے بھی رسول آئے سب نے لوگوں کو شرک سے ہی تو خبردار کیا تھا۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آدمی شرک کرتے ہوئے اپنے آپ کو رسولوں کے دین پر سمجھے۔ اسلام وہی رسولوں کا دین ہی تو ہے جس کی ملتِ شرک سے کھلی دشمنی ہے۔ خاتم المرسلین ﷺ کی ساری زندگی اس شرک کے خلاف جہاد کرتے ہی تو گزری ہے۔

شرک خدا کی ذات میں بھی ہوسکتا ہے مثلاً آدمی ایک سے زیادہ خداؤں کا وجود مانے۔ یا خدا کی ذات کو منقسم مانے جیسے کسی ہستی کو خدا کا حصہ ماننا۔ یا خدا سے کسی کا نسب جوڑے جیسے خدا کیلئے بیٹے یا بیٹیاں تجویز کرنا۔ یا کہے کہ خدا اور مخلوق ایک ہی چیز ہیں اور جو کچھ بھی نظر آتا ہے یہ بس خدا کی ہی مختلف صورتیں ہیں جیسا کہ وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھنے والے کہتے ہیں۔ خدا ان سب گمراہ تصورات سے بلند وبالا ہے۔ ایسا شرکیہ عقیدہ رکھنے کے بعد آدمی دائرۂ اسلام میں نہیں رہتا۔

شرک خدا کی صفات میں بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً کسی مخلوق ہستی میں خدا کی صفات کا وجود مان لینا۔ جیسے یہ کہنا کہ خدا کا سننا اور مخلوق کا سننا ایک جیسا ہے یا کسی مخلوق کا علم بھی خدا کے علم جیسا ہے وغیرہ وغیرہ۔

شرک خدا کی ربوبیت میں بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً تخلیق یا کائنات کی تدبیر یا مخلوق کی رزق رسانی یا مشکل کشائی یا فریاد رسی وغیرہ ایسے افعال جو کہ صرف

خدا کر سکتا ہے آدمی یہ عقیدہ رکھے کہ خدا کے سوا کوئی اور ہستی بھی کچھ نہ کچھ یہ کام کرسکتی ہے۔ یہ صاف صاف شرک ہے اور قرآن میں اس کی مذمت جگہ جگہ ملتی ہے۔

شرک خدا کی الوہیت یعنی خدا کے حقِ عبادت میں بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً خدا کے علاوہ یا خدا کے ساتھ کسی کو حاجت روائی یا طلب رزق یا حصول اولاد کیلئے پکارنا۔ خدا کے علاوہ کسی ہستی کو سجدہ کرنا یا کسی کے نام کا ذبیحہ دینا یا چڑھاوا چڑھانا یا خدا کے علاوہ کسی اور کی شریعت (قانون) پر چلنا وغیرہ۔ اس شرک کے بیان سے بھی قرآن مجید پُر ہے۔

شرک کی زیادہ وضاحت آگے چل کر ایک الگ رسالہ میں آئے گی۔ لہٰذا یہاں اس کی زیادہ تفصیل میں ہم نہیں جائیں گے۔ اوپر شرک کی جو صورتیں بیان ہوئیں سب کی سب شرک اکبر ہیں۔ یعنی وہ شرک جس کے ارتکاب سے کفر لازم آجاتا ہے۔ رہا شرک اصغر تو وہ ملت سے خارج نہیں کرتا۔ بہرحال اس کی تفصیل متعلقہ رسالہ میں آئے گی۔

&&&&&

دوسری بات جس سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے

خالق اور مخلوق کے مابین واسطے گھڑنا

دوسرا وہ آدمی ہے جو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے اور وسیلے بنا کر ان کو پکارنے لگے۔ ان سے شفاعت کا سوالی ہو اور ان پر توکل اور سہارا کرنے لگے ایسا شخص اجماع اُمت کی رو سے کافر ہے۔

شرح:

بنیادی طور پر یہ بھی شرک ہی ہے اور اصولی طور پر یہ اس سے پہلے والی گفتگو میں ہی آ سکتا تھا۔ مگر چونکہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی کو خدا کے ہاں سیڑھی بنانا اور اس حیثیت میں پکارنا تو شرک نہیں اور یہ کہ کسی کو وسیلہ سمجھ کر یا شفاعت کرنے والا مان کر اس سے دُعا کرنے میں تو کوئی حرج نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ شرک تو تب ہوگا جب ہم ان کو مستقل بالذات سمجھ کر ان سے حاجت روائی کرائیں۔ یوں ان ہستیوں کو محض ایک 'وسیلہ' سمجھ کر وہ ان کو پکارتے بھی اور ان پر توکل اور بھروسہ بھی رکھتے ہیں...... تو اس لئے مصنف نے اس فعل کو ایک علیحدہ بند کے طور پر نواقض اسلام میں بیان کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مصنف نے اس پر اجماعِ اُمت کا بھی الگ سے حوالہ دیا ہے۔ کیونکہ بعض لوگ خاص اس

مسئلے (یعنی کسی مخلوق کو 'وسیلہ' یا 'سیڑھی' سمجھ کر مدد کیلئے پکارنا) کو 'اختلافی' ہونے کا تاثر بھی دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ اجماعاً شرک ہے۔

خدا کے علاوہ جب آپ نے مدد اور مشکل کشائی کیلئے کسی مخلوق ہستی کو پکار لیا تو آپ نے شرک کا ارتکاب کرلیا۔ بے شک آپ یہ کیوں نہ سمجھیں کہ وہ ہستی آپ کی پکار کو خدا تک پہنچا کر آئے گی۔

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاء مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ (الزمر:۳)

''خبردار دین اور بندگی خالص اللہ کی۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے اس کے سوا دوسرے ولی وسرپرست پکڑ رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں۔ اللہ یقیناً ان کے درمیان ان تمام باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور منکر حق ہو''

&&&&&

تیسری بات جس سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے

مشرکین کو کافر نہ کہنا

یا ان کے مذہب کا استحسان کرنا

تیسرا وہ شخص ہے جو مشرکین کو کافر نہ کہے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرنے لگے یا ان کے مذہب کو اچھا کہنے یا سمجھنے لگے ایسا شخص بھی کافر ہو جاتا ہے۔

شرح:

اس بند میں کئی امور ذکر ہوئے ہیں۔ ہر ہر موضوع پر اچھی خاصی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں؛ جس سے افراط اور تفریط کی بہت سی راہیں سامنے آتی ہیں۔ پس یہاں چند باتوں کی وضاحت کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے:

پہلی بات:

ہمارے یہاں ــــ برصغیر کے بعض موحد حلقوں میں ــــ کسی شخص کو 'مشرک' تو نسبتاً بڑے آرام سے کہہ دیا جاتا ہے (کسی کو ایک خاص فرقے کی مسجد میں محض آتے جاتے بھی دیکھ لیا تو جھٹ سے ''مشرک'' کہہ ڈالا!) مگر جب اس کو ''کافر'' کہنے کا سوال آئے تو تب یہ لوگ 'محتاط' ہونا ضروری سمجھتے ہیں!

حالانکہ ان دونوں باتوں کے لئے ایک ہی درجہ کی احتیاط لازم ہے، کیونکہ یہ دونوں باتیں دراصل لازم وملزوم ہیں۔

جتنا کسی کو "کافر" قرار دینا خطرناک ہے اتنا ہی اُس کو "مشرک" قرار دینا خطرناک ہے۔ ہر دو کی سنگینی ایک سی ہے۔

یہ عجیب ماجرا ہے کہ ہمارے ایک خاص طبقے کے ہاں کسی شخص کو 'مشرک' کہہ دینے میں کسی "احتیاط" یا کسی "توقف" کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ تمام کی تمام احتیاط یہ لوگ اس "مشرک" کو "کافر" سمجھنے کیلئے پس انداز رکھتے ہیں! جبکہ معاملہ یہ ہے کہ احتیاط دراصل پہلا قدم اٹھانے کے وقت ہی درکار ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ مسلم معاشرے میں ہر وہ شخص جس سے شرک کے زمرے میں آنے والا کوئی فعل سرزد ہو اُس کو فوراً مشرک نہیں کہہ دیا جائے گا۔ ہر وہ شخص جس سے کفر کا کوئی فعل سرزد ہو اُس کو فی الفور کافر نہیں کہہ دیا جائے گا۔ ہر وہ شخص جس سے فسق کا کوئی کام سرزد ہو اُس کو معاً فاسق اور جس سے بدعت کا کوئی کام ہو اس کو جھٹ سے بدعتی نہیں کہہ دیا جائے گا۔ حکمِ مطلق بیان کرنا (کہ فلاں اعتقاد یا فلاں رویہ رکھنے والے شخص کا شریعت کے اندر یہ حکم ہے) ایک چیز ہے اور اُس کو بنیاد بنا کر کسی متعین شخص پر وہ فتویٰ لگا دینا ایک اور چیز۔(۱)

کسی شخص کے ایسے فعل کی بنا پر جو ہمارے نزدیک شرک کے زمرے میں آتا ہے، اس کو مشرک قرار دینے کی کچھ شروط ہیں: وہ اپنے اس فعل کا مطلب

(۱) "حکمِ مطلق" اور "حکمِ معیّن" میں تمیز کے حوالے سے گفتگو آگے چل کر آئے گی۔

جانتا ہو۔اس پر حجت قائم کر دی گئی ہو۔اس کی لاعلمی یا شبہات واشکالات اور تاویلات کا علمی انداز سے ازالہ کر دیا گیا ہو وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ جتنی احتیاط ہوسکے وہ یہیں پر، یعنی کسی کو مشرک قرار دیتے وقت، کی جانا ہوتی ہے۔'توقف' کا اصل مقام یہ ہے۔لیکن اگر اس سے گزر جانے کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور آپ اُس شخص کو''مشرک'' ہی قرار دے ڈالتے ہیں تو اس کے بعد یہ کہنا کہ یہ شخص ''مشرک'' تو ہو گیا ہے مگر ہے یہ ''مسلمان''، البتہ ایک مضحکہ خیز امر ہے۔

حق یہ ہے کہ جب آپ نے کسی کو''مشرک'' کہہ ڈالا تو اُس کو'' کافر'' کہنے میں آپ نے کوئی کسر ہی نہیں چھوڑی۔''احتیاط'' ضروری ہے تو وہ اُس کو مشرک کہتے وقت ہی کرلیا کریں۔''شرکِ اکبر'' کی تعریف ہی یہ ہے کہ یہ آدمی کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور ابدی جہنم کا مستحق۔

اس غلط فہمی کے باعث لوگوں میں یہ تاثر پھیل گیا ہے کہ سب مشرک کافر نہیں ہوتے! گویا بعض مشرک مسلمان ہوتے ہیں اور بعض مشرک کافر!

اصل قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ کلمہ گو شخص جو شرک کے زمرے میں آنے والے کسی فعل میں پڑ جائے اس کو تب تک مشرک نہیں کہا جائے گا جب تک کہ اہل علم کے ہاتھوں اس پر حجت قائم نہ ہو جائے اور اس پر مشرک ہونے کا باقاعدہ حکم نہ لگا دیا جائے۔ جب تک یہ نہیں ہو جاتا اس کے اس شرکیہ فعل کو شرک تو برملا کہا جائے گا اور اس شرک سے اس کو روکا بھی ضرور جائے گا مگر اس شخص کو ''مشرک'' کہنے سے احتیاط برتی جائے گی۔البتہ جب وہ شرعی قواعد وضوابط کی رو سے اہل علم کے ہاتھوں مشرک ہی قرار دے دیا جائے تو اس وقت وہ دائرۂ اسلام سے خارج بھی شمار ہوگا۔

دوسری بات:

''مشرکین'' ایک تو وہ ہیں جو سرے سے مسلمان ہونے کا دعوی نہیں کرتے اور ایک وہ جو مسلمان ہونے کا دعوی کریں مگر اُن کا شرک اہل علم کی جانب سے اُن پر واضح کر دیا گیا ہو اور دینِ انبیاء سے اُن کا متصادم ہونا اُن پر آشکارا کر دیا گیا ہو، اُن کو تائب ہو جانے کی ترغیب اور تاکید کر لی گئی ہو اور باقاعدہ علمی شروط کو پورا کرتے ہوئے بالآخر اُن پر مشرک ہونے کا حکم لگا دیا گیا ہو۔

ثانی الذکر کی بابت اوپر ہم کچھ بات کر چکے۔ اول الذکر کی مثال جیسے ہندو، پارسی، بدھ، بت پرست اور تثلیث اور صلیب کے پجاری وغیرہ۔

مشرکین اول الذکر ہوں یا ثانی الذکر، اہل علم کے بیان کی رُو سے جب وہ ''مشرکین'' قرار پا جائیں تو ان کو ''کافر'' نہ جاننے کا مطلب یہی ہے کہ ہم اسلام کے اندر شرک کا وجود برداشت کریں۔ کفر کا مطلب ہے خدا کے دین سے یا انبیاء کی دعوت سے تصادم روا رکھنا۔ اب ''خدا کا دین'' یا ''انبیاء کی دعوت'' کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ اللہ کی بلا شرکت غیرے بندگی۔ سو انبیاء کے دین کے ساتھ کوئی سب سے بڑا تصادم اور کفر ہو سکتا ہے تو وہ خدا کے ساتھ شرک ہی ہے۔ لہٰذا جو آدمی مشرکین کو رسولؐ کے دین سے متصادم نہیں مانتا اس کا اپنا ایمان بھی چلا جاتا ہے۔ شرک کی قباحت اور مذمت کا معاملہ واقعتاً اتنی ہی صراحت اور بے لحاظی چاہتا ہے......اور دراصل یہ اللہ کا حق ہے۔

قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللَّهُ وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَى هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (سبأ: ۲۴)

''اے نبی! ان سے پوچھو: ''کون تم کو آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے''؟ کہو: ''اللہ''۔ **اب لامحالہ ہم میں اور تم میں سے کوئی ایک ہی ہدایت پر ہے یا صاف نظر آنے والی گمراہی میں پڑا ہوا ہے''۔**

یعنی: یا ہم حق پر ہیں یا تم۔ اِس شرک پر ہوتے ہوئے تم صاف گمراہی پر نہیں تو پھر ہم گمراہی پر ہیں۔ کیونکہ ہمارے اور تمہارے مابین فرق ہے ہی اتنا بڑا۔ تمہیں اِس شرک پر ہوتے ہوئے اگر حق پر مان لیں تو ہم خود باطل پر ہوئے۔ کیونکہ وہ لکیر جو اِس لا الٰہ الا اللہ نے ہمارے اور تمہارے مابین کھینچ دی ہے وہ ہے ہی اِس قدر گہری اور صریح کہ اِس کو غیر مرئی کر دینا کفر ہے۔ وہ فصیل جو ہمارے اور تمہارے مابین اِس لا الٰہ الا اللہ نے کھڑی کر دی ہے اُس کو معمولی جاننا اِس کلمہ کی حقیقت کا انکار ہے۔ اِس خلیج کو پاٹ دینا اِس کلمہ کی توہین ہے۔ ''ایمان اور کفر''.. یہ تو وہ لکیر ہے جو ہمارے لا الٰہ کہتے ہی دو فریقوں کے مابین کھنچ گئی ہے۔ یہ وہ فصیل ہے جس سے اونچی دنیا میں کوئی فصیل نہیں۔ یہ وہ خلیج ہے جس کو عبور کر کے ہی دو فریقوں کا حکم ایک سا ہو سکتا ہے۔ تم اِس کو پار کر کے ہمارے ساتھ آ ملو (حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَه)[1] تو

---

(۱) الممتحنة: ٤　　''جب تک کہ تم اللہ کو یکتا معبود نہ مان لو''

ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے الفاظ جو انہوں نے اپنی مشرک قوم کے روبرو کہے تھے: إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَداً حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَه ''ہم بیزار ہوئے تم سے اور جن معبودوں کو تم پوجتے ہو اُن سے، کفر کیا ہم نے تم سے، اور کھلی ہو چکی ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور بغض، جب تک کہ تم اللہ کو یکتا معبود نہ مان لو''

تم مسلم۔ہم اِس کو پار کر کے تمہارے ساتھ آ ملیں تو ہم کافر۔

وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَى هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (سبأ:۲۴)

''لامحالہ ہم میں اور تم میں سے کوئی ایک ہی ہدایت پر ہے یا صاف نظر آنے والی گمراہی میں پڑا ہوا ہے''۔

پس شرک کے ساتھ عداوت کا اسلام میں جو حکم ہے اور ملتِ شرک کے ساتھ مخاصمت کی شریعت میں جو تاکید ہوئی ہے اس کو دوٹوک نہ رہنے دینا اور اس کو 'رواداری' کی نذر کر دینا ایک سطح پر جا کر آدمی کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

'شرح نواقض الاسلام' میں شیخ عبدالعزیز الراجحی کہتے ہیں:

''مشرکین کی تکفیر کرنا دراصل کفر بالطاغوت کے معنی میں شامل ہے۔کفر بالطاغوت میں یہ شامل ہے کہ آدمی طاغوت کی بندگی کرنے والوں کو کافر اور گمراہ اور ہلاکت پر جانے''۔

تیسری بات:

ہمارے ہاں کچھ لوگ ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور پارسیوں وغیرہ کو 'ازراہِ شائستگی' کافر یا کفار کہنے سے عمداً احتراز برتتے ہیں۔ان کے خیال میں یہ خوامخواہ کی شدت اور غلظت ہے۔ ہندوؤں، عیسائیوں اور سکھوں کیلئے زیادہ سے زیادہ یہ کسی لفظ کے روادار ہیں تو وہ ہے 'غیر مسلم'۔ بسا اوقات یہ ان کو 'غیر مسلم بھائیوں' کے طور پر بھی پکارتے ہیں خصوصاً بعض سیاسی یا سماجی سرگرمیوں کے ضمن میں!

حق یہ ہے کہ ''غیر مسلم'' کی اصطلاح اسلامی قاموس کے اندر نو وارد ہے اور ہماری اِن آخری صدیوں کے اندر جا کر ہی اِس قدر عام ہوئی ہے کیونکہ مغربی نقشے پر کھڑے کئے جانے والے اِن (جدید) معاشروں میں، جہاں ''دین'' انسان کی اصل شناخت نہیں، یہ لوگوں کی ایک ضرورت بن گئی تھی۔ اپنے اِس حالیہ استعمال کے لحاظ سے یہ ''غیر مسلم'' کا لفظ اسلام میں سراسر ایک محدَث ہے یعنی بعد میں گھڑی جانے والی چیز، قرآن اور حدیث کے ذخیرے قطعی طور پر آپ کو ''غیر مسلم'' کی اصطلاح سے خالی نظر آئیں گے۔

قرآن وحدیث کی اصطلاح میں ایک شخص ''مومن'' اور ''مسلم'' ہے خواہ وہ فسق وفجور یا بدعت (غیر مکفرہ) میں کیوں نہ پڑا ہوا ہو، یا پھر ''منافق'' ہوتا ہے (جس کا علم صرف اللہ کے پاس ہوسکتا ہے، ظاہر میں وہ ''مسلم'' ہی ہوتا ہے)، اور یا پھر وہ شخص ''کافر'' ہے۔ ''غیر مسلم'' البتہ آج کے دور میں سامنے آنے والی ایک نئی اصطلاح ہے جس کو مسلمانوں کی لغت میں زبردستی ٹھونسا جا رہا ہے۔ اِس کی ترویج کیلئے طرح طرح کا سماجی دباؤ بڑھایا جا رہا ہے۔ شروع شروع میں اِس کی ضرورت یہاں ہونے والی ''حقوق'' کی جدوجہد کے دوران پڑی، بعد ازاں جب یہ یہاں کے جدت پسند دانشوروں کے من کو بھانے لگی، تو اِس کو ایک ''علمی'' و ''شرعی'' اصطلاح کے رنگ میں بھی پیش کیا جانے لگا۔ البتہ جیسے ہی ''گلوبلائزیشن'' کے نقارے بجے، یہ یہاں پر ایک نعمت غیر مترقبہ کے طور پر دیکھی گئی، یہاں تک کہ اسلام کی اصل اصطلاح (''کافر'') آج ایک معیوب و غیر مہذب لفظ کی حیثیت اختیار کر گئی ہے، بلکہ کچھ دانشوروں کو کیا سوجھی کہ وہ ''کافر'' کے لفظ کو فی زمانہ ''ممنوع'' و ''غیر شرعی'' ثابت کرنے چل پڑے!

علمائے اہل سنت اِس موضوع پر نہایت صریح ہیں کہ: دنیا کے جس ہندو، عیسائی، یہودی، مجوسی، بدھ یا ملحد نے محمد رسول اللہ ؐ کا سن رکھا ہے اور وہ آپ پر ایمان لا کر حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوا، اُس کیلئے ہماری اسلامی شرعی اصطلاح میں ایک ہی لفظ ہے، اور وہ ہے ''کافر''۔(۱)

صرف یہی نہیں، جو شخص ایسے کسی شخص کے کافر ہونے میں شک یا تردد یا توقف بھی کرے، وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ دنیا آج بھی محمد ﷺ کو بنیاد مان کر تقسیم ہو گی۔ قیامت تک دنیا کی تقسیم کی یہی ایک بنیاد ہو گی: محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین کو ماننے والے ''مسلم'' اور نہ ماننے والے ''کافر''۔ تیسری کوئی قسم نہیں۔

چنانچہ اسلام کے سوا کسی اور دین کے ایک پیروکار اور محمد ﷺ کی شریعت کی تابعداری سے انکار کرنے والے ایک شخص کیلئے 'کافر' کا لفظ بولنا جس ''کلمہ گو'' پر گراں گزرتا ہے وہ خود بھی کفر کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

چوتھی بات:

مشرکین کے کافر اور برسرِ باطل ہونے میں شک کرنا بھی کفر کا موجب ہے۔

بہت سے 'روشن خیال' یہاں ایسے دیکھے گئے ہیں جو اپنے 'مذہب' پر رہتے ہوئے نماز روزہ بھی کرتے ہیں اور اسلام کے بہت سے اور فرائض بھی ایک

(۱) کرۂ ارض پر بسنے والے آج کے اُن انسانوں کی بابت رکھتے جو محمد ﷺ پر ایمان لے کر نہیں آئے، علمائے اہل سنت کا کیا موقف اور اعتقاد ہے، اِس موضوع پر ان شاء اللہ ہم الگ سے تالیف لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

روایتی انداز میں، یا پھر سکونِ قلب پانے کی نیت سے، انجام دے لیتے ہیں مگر دوسرے مذاہب کو صریح باطل اور غلط کہنے کے بھی کچھ زیادہ روادار نہیں۔ اِن میں سے کئی سارے یہ کہتے بھی دیکھے گئے ہیں کہ 'بھائی ہر کسی کو اپنے مذہب پہ چلنا ہے اور ہر کسی کو اپنا دھرم پیارا ہے۔ ہم اپنے مذہب پہ چلتے ہیں اور دوسرے لوگ اپنے اپنے مذہب اور دھرم پہ چلتے ہیں۔ اب یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ کون صحیح ہے'!

یہ اندازِ فکر صریحاً کفر ہے۔ گویا خدا نے کوئی رسول اِس شخص کو یہ بتانے کیلئے بھیجا ہی نہیں کہ کیا حق ہے اور کیا باطل۔ ایسے آدمی کا رسول کی لائی ہوئی ہدایت سے کفر کرنا اظہر من الشّمس ہے۔ اسلام اور توحید کے سوا کسی راستے پر چلنے کو بربادی نہ جاننا خود بربادی ہے چاہے آدمی بظاہر کتنا ہی 'باشرع' کیوں نہ ہو۔ ایسے ظالم نے رسولؐ کی بعثت کا مول ہی کیا لگایا؟

غرض مشرکوں اور ادیان باطلہ کے پیروکاروں کے کافر اور برسر باطل ہونے میں شک کرنے کا اندازِ فکر طرح طرح سے آج اسلام کے نام لیوا کچھ طبقوں کے اندر بولتا ہے۔ خدا کی بابت یوں سوچنا "جی کیا پتہ وہ کس سے خوش ہو جائے کوئی نماز پڑھ کے اس کو مناتا ہے کوئی ناچ کر اور کوئی برہنہ ہو کر" گویا رسولؐ نے اس کو یہ بات بتائی ہی نہیں کہ اس کا پیدا کرنے والا، جو کہ تمام تر حکمت اور دانائی کا مالک ہے اور اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے پورے اہتمام کے ساتھ رسولؐ بھیجتا ہے، انسانوں کی کس بات سے خوش ہوتا ہے اور کس بات سے ناراض۔

اس طرزِ فکر کو یہ لوگ اگر رواداری سمجھتے ہیں تو ایسی رواداری رسولؐ کے لائے ہوئے دین اور قرآن کی بتائی ہوئی قطعی اخبار کے ساتھ واضح کفر ہے۔ حقیقت

یہ ہے کہ اس انداز کی اور اس سے ملتی جلتی 'رواداری' آج ایک کثیر خلقت کا مسلک ہے[۱]۔

پانچویں بات:

اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ مشرکین کے مذہب کو آدمی اچھا کہہ دے۔ مشرکین کے مذہب کی کسی وقت تعریف کر دینا یا ان کے مذہب کیلئے اچھے الفاظ بول دینا آدمی کو ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔ بے شک آدمی لحاظ ملاحظے کیلئے اوپر اوپر سے ایسا کہہ رہا ہو یا دل سے ایسا سمجھے، دونوں صورتوں میں یہ کفر ہے۔ گو ثانی الذکر سنگین تر ہے۔

اسلام کے ماسوا اَدیان و مذاہب اور عقائد و نظریات کی بابت یہ کہہ دینا کہ اپنی اپنی جگہ سب صحیح ہیں، نبی کی لائی ہوئی ہدایت کے ساتھ صریح کفر ہے۔ ایسا کہہ کر یا سمجھ کر آدمی دائرۂ اسلام میں نہیں رہتا۔

چھٹی بات:

کچھ ''تکفیری'' فکر کے حامل طبقوں نے اس قاعدہ کی کہ ''مشرکوں یا کافروں کو جو آدمی کافر نہ کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے'' بہت ہی غلط اور بے محل اور تنگ نظر تفسیر کرنا شروع کر دی اور نتیجتاً وہ اپنے اور دوسروں کیلئے فتنہ کا سامان بنے۔

یہ لوگ پہلے کسی ایک شخص یا گروہ کو کافر کہیں گے مثلاً بعض حکمران یا کسی شرکیہ فعل کی مرتکب بعض شخصیات کو ___ جبکہ ہوسکتا ہے اس حکمران یا اس

(۱) اس موضوع پر زیادہ تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری کتاب ''موحد تحریک'' کی فصول ''باطل سے بیزاری نہ کہ رواداری'' اور ''رواداری کی حدود''۔

شخصیت کی تکفیر کی حد تک وہ درست ہی ہوں یا ان کے درست ہونے کا احتمال ہو اور ان کا اختیار کردہ موقف ''اختلافِ سائغ''[1] شمار ہوتا ہو، وہ یہاں رک جائیں تو کوئی زیادہ سے زیادہ ان سے اختلاف کرے تو کرے مگر ان کو گمراہ نہیں کہہ سکتا۔ مگر یہ لوگ اس معاملہ کو بڑھاتے چلے جائیں گے ___ اب جو اس میں ان کی موافقت نہ کرے گا، یعنی ان کے کافر ٹھہرائے ہوئے شخص کو کافر نہیں کہے گا، مذکورہ بالا قاعدہ کی اپنی اس غلط تفسیر کی رو سے، یہ اس کو کافر کہیں گے۔ چنانچہ تکفیر کا موضوعِ بحث اب پہلے شخص کی بجائے دوسرا شخص ہو جائے گا۔ جبکہ

(۱) ''اختلافِ سائغ'' سے مراد ہے وہ اختلاف جس کی شریعت میں گنجائش ہے اور جس کی بابت ہر دو قول رکھنے کی اہلِ علم کے ہاں گنجائش تسلیم کی جاتی ہے۔ یہ اختلاف: شریعت کی نصوص کے اثبات کے معاملہ میں کسی جگہ پر ہوسکتا ہے، نصوص کے معنیٰ ومفہوم کے تعین میں ہو سکتا ہے، اور تعارضِ نصوص کے ازالہ کے معاملہ میں رو پزیر ہوسکتا ہے۔ یہ اختلاف کی اس قسم سے ہے جو علمائے صحابہ سے لے کر بعد کے ائمۂ علم وفقہ تک ہمیشہ ہی ہوتا آیا ہے اور اس پر کبھی بھی ان کے مابین مخاصمت کی نوبت نہیں آئی۔ بعض طوائف مانند خوارج وروافض وغیرہ کی تکفیر کے موضوع پر بھی سلف میں ایک سے زیادہ قول پائے گئے اور اس بنیاد پر ان میں سے کبھی کوئی ایک فریق دوسرے کے سر نہیں آیا۔ ''اختلافِ سائغ'' کے بالمقابل جو اختلاف کی قسم پائی جاتی ہے وہ ہے ''اختلافِ مذموم'' یعنی وہ اختلاف جس کی اہلِ حق کے ہاں ہرگز کوئی گنجائش نہیں۔ یہ اختلاف کی اس قبیل سے ہے جو اہلِ بدعت واہلِ ضلالت واہلِ شقاق فرقے اہلِ سنت کے ساتھ رکھتے چلے آئے ہیں اور جس پر علمائے سلف اور ائمۂ اہلسنت ان لوگوں کو قابلِ مذمت اور اہلِ تفرقہ شمار کرتے آئے ہیں۔

اس موضوع پر زیادہ تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے ہماری ترجمہ کردہ کتاب: ''اہلسنت فکر وتحریک، فتاویٰ ابن تیمیہ کی روشنی میں'' .. مزید برآں ہماری کتاب ''موحد تحریک'' کی فصل ''فرقہ واریت ہے کیا؟''۔

پہلے شخص کی تکفیر پر ان کا موقف اگر ''اختلافِ سائغ'' میں شمار ہوتا تھا تو اب اس دوسرے شخص کی تکفیر نہ کرنے والے شخص کی تکفیر ''اختلافِ سائغ'' تک میں نہیں آتی، مگر یہ اس کو بھی 'مسلمات' کے زمرے میں ہی شمار کرتے ہوئے 'تکفیر' کے اس 'کڑی در کڑی' سلسلہ کو آگے بڑھاتے چلے جائیں گے۔ اب (اس دوسرے مرحلہ کا موضوع بننے والے) شخص کی تکفیر پر اگر کوئی ان سے اختلاف کرے، بے شک وہ پہلے مرحلے میں ان کا ساتھ ہی دے چکا ہو، وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج! اب تیسرے مرحلے کی نوبت آئے گی۔ اب جو اِس کو دائرۂ اسلام سے خارج نہ سمجھے!...... پھر چوتھے مرحلہ میں داخل ہوں گے، اب یہاں جو ان کا ساتھ نہ دے پائے!...... ہر نئے مرحلہ میں کچھ لوگ جھڑ جائیں گے اور اگلے مرحلہ کیلئے ان کے یہ اپنے ہی ہم خیال ان کا ساتھ نہیں دے پائیں گے۔ بسا اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ آخر میں چند ہی لوگ 'مسلمان' باقی رہ جاتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو صرف ایک ہی شخص! غرض یہ لوگ مرحلہ در مرحلہ تکفیر میں اِن کا ساتھ نہ دینے والوں کی تکفیر کرتے جائیں گے۔ دلیل یہی کہ محمد بن عبدالوہابؒ ایسے علمائے عقیدہ نے بیان کیا ہے کہ ''مشرکوں کو کافر کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے''! یوں یہ دائرہ چلتا رہے گا۔ اہلِ علم سے رہنمائی لینے کا کبھی سوال تک ان کے ہاں نہ اٹھا ہوگا۔ اسی مضحکہ خیز حرکت کو یہ لوگ عقیدہ کی تطبیق کا نام دیں گے!

یہ طفلانہ اندازِ تفسیر کچھ اس غلط طریقے سے عام ہوا ہے کہ علمائے اسلام کا بیان کردہ یہ مذکورہ بالا قاعدہ (کہ مشرک کی تکفیر نہ کرنے والا خود کافر ہو جاتا ہے) ذکر کرنا بھی اب مشکل ہو گیا ہے۔ ہمارے دور کے بعض مرجئہ نے بھی اس

صورتحال کا خوب خوب فائدہ اٹھایا اور اس قاعدہ کی تطبیق کی کچھ ناپختہ و بچگانہ صورتوں اور ان ناپسندیدہ مثالوں کو چٹکلوں اور لطیفوں کی صورت میں نشر کر کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ قاعدہ کچھ انتہا پسند اور کم علم جذباتی نوجوانوں کا وضع کردہ ہے نہ کہ علمائے اہلسنت کا بیان کردہ!

یہ حضرات اگر محمد بن عبدالوہابؒ کو ___ جن کے رسالہ کا متن اوپر دیا گیا ہے ___ علمائے اہلسنت سے خارج سمجھتے ہیں اور ان کا شمار 'خوارج' میں کرتے ہیں پھر تو اور بات ہے لیکن اگر محمد بن عبدالوہابؒ کو عقیدہ کے موضوع پر منہج اہلسنت کا ترجمان مانتے ہیں تو ان کے ہاں اس قاعدہ کو با قاعدہ نواقض اسلام کے تیسرے بند کے طور پر پا کر ان حضرات کو اپنے اس مفروضہ پر نظر ثانی کر لینی چاہیے۔ رہ گئی اِن تکفیری رجحانات کے حامل طبقوں کا طرزِ عمل، اور جو کہ جہالت اور غلو کا شاخسانہ ہے اور علم و علماء سے دوری کا ایک طبعی نتیجہ، تو اس کی تصحیح ضروری ہے۔ اگلے نقطہ (ساتویں بات) میں اِسی کا بیان آ رہا ہے۔

ساتویں بات:

معاملہ یہ ہے کہ اسلام سے منسوب کسی فرد یا گروہ کی تکفیر کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ علماء اہلسنت کا اس کی تکفیر پر اصولی اتفاق ہو۔ دوسری یہ کہ علماء اہلسنت کے ہاں اس فرد یا گروہ کی تکفیر کی بابت ایک سے زیادہ آراء پائی جائیں......

اول الذکر صورت میں اس قاعدہ کا قطعی اطلاق ہوگا۔ جس فرد یا گروہ کو مشرک اور کافر کہنے پر علمائے حق اصولاً مجتمع ہو گئے ہوں، اس کو کافر نہ کہنے والا آدمی کفر ہی کا مستوجب ہوگا۔ مثلاً قادیانیوں، بہائیوں، بابیوں، نصیریوں اور

دروزیوں و اسماعیلیوں وغیرہ کی تکفیر نہ کرنے والا بھی کفر کا مرتکب ہو جاتا ہے، کیونکہ ان کی تکفیر پر علمائے اسلام میں اختلاف نہیں۔

ثانی الذکر صورت، یعنی جہاں کسی فرد یا گروہ کی تکفیر میں علماء کے مابین ایک سے زیادہ رائیں پائی جاتی ہیں: اس صورت میں جو آدمی علمائے اہلسنت کے ایک گروہ کے فتوی کا قائل ہے وہ دوسرے گروہ کے فتویٰ پر چلنے والے پر طعن و تشنیع کا مجاز نہ ہوگا۔ اس کی دلیل صحابہ کے تعامل میں بہت واضح ہے۔ مثلاً امام ابن تیمیہؒ ذکر کرتے ہیں کہ خوارج کی تکفیر کی بابت صحابہؓ اور بعد کے ائمۂ اہلسنت میں اختلاف ہوا ہے۔ یعنی خوارج کو "گمراہ ماننے اور ان سے قتال کرنے" پر تو صحابہ سب متفق تھے مگر ان کو "کافر کہنے" کے بارہ میں ان کے مابین دو رائے پائی گئیں۔ ظاہر ہے کہ صحابہ نے اس اختلاف کو بھی ویسے ہی لیا جیسے دین کے بعض دوسرے مسائل میں اختلاف کی بابت ان کا آپس میں تعامل ہوا کرتا تھا۔ اس اختلاف سے ان کے اپنے مابین 'فتویٰ بازی' کی نوبت تو معاذ اللہ کیونکر آتی، ان کی باہمی محبت اور اخوت میں ذرہ بھر کمی نہ آنے پائی۔

جہاں کوئی ایسی صورتحال پیش آئی کہ صحابہ و تابعین کا ایک فریق کسی شخص یا گروہ پر کفر کا فتوی لگاتا تھا اور کوئی دوسرا فریق اس کو کافر نہ گردانتا تھا تو اس صورت میں ___ یعنی اختلافِ سائغ کے وقت ___ وہ ایک دوسرے کو خرابیِ عقیدہ کے طعنے نہیں دیتے تھے۔ نہ تو تکفیر کرنے والا گروہ اس قاعدہ کا اطلاق کرتا تھا کہ "کافر کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے" (جس کو کہ تکفیری لوگ آج ایک غلط معنیٰ اور ایک طفلانہ انداز میں استعمال کرتے ہیں) اور نہ تکفیر نہ کرنے والا گروہ اس قاعدہ کا اطلاق کرتا کہ "ایک مسلمان کو کافر کہنے والے کا

قول خود اس کے کہنے والے پر ہی لوٹ آتا ہے'' (جس کو کہ مرجئہ لوگ آج ایک غلط معنیٰ اور ایک مناظرانہ انداز میں بکثرت استعمال کرتے ہیں)۔

تارکِ نماز کے کافر ہونے کی بابت سلف کا اختلاف منقول ہے اور ہر شخص اس سے واقف۔ یہاں بھی سلف کے مابین علمی اختلاف نظر آتا ہے نہ کہ ایک دوسرے پر طعن و تشنیع۔ نہ تو تکفیر کرنے والے فریق نے تکفیر نہ کرنے والے فریق کو کسی طرح سے موردالزام ٹھہرایا اور ارجاء کے طعنے دیے اور نہ ہی تکفیر نہ کرنے والے گروہ نے تکفیر کرنے والے گروہ کی بابت اس اندیشہ کا اظہار کیا کہ تارک نماز کو کافر کہنے والے کا قول خود اس کے کہنے والے پر ہی لوٹ آئے گا یا یہ کہ تارکِ نماز کو خارجِ اسلام سمجھنے والے خارجیت کے مرتکب ہیں۔ یہ دراصل شرعی نصوص کے سمجھنے اور استنباط کرنے میں اختلاف تھا جو ان کی باہمی اخوت ومحبت کے برقرار رہنے میں مانع نہ ہوا۔

چنانچہ واضح ہوا کہ اس قاعدہ کا اطلاق ایسے طوائف یا اشخاص کے معاملہ میں ہوگا جن کی تکفیر پر علمائے اہلسنت متفق ہوں۔ ہاں البتہ جہاں کسی کی تکفیر کے معاملہ میں علمائے حق کے یہاں ایک سے زیادہ رائیں پائی جائیں وہاں اگر آپ کسی شخص یا گروہ کو مستوجب کفر سمجھتے ہیں اور کوئی دوسرا ایسا نہیں سمجھتا تو آپ دونوں اپنی اپنی رائے پر برقرار رہ سکتے ہیں، بغیر اس کے کہ آپ میں ایک، دوسرے کو خارجی سمجھے تو دوسرا، پہلے کو مرجئہ۔

&&&&&

چوتھی بات جس سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے

کسی قانون یا ضابطے کو

شریعتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دینا

جو شخص یہ سمجھے کہ کوئی ہدایت یا قانون نبی اکرم ﷺ کی ہدایت اور شریعت وقانون سے جامع تر یا مکمل تر ہے یا یہ کہ کسی اور کا حکم وقانون آپ ؐ کے حکم وقانون سے بہتر ہے مثلاً وہ شخص جو طاغوتوں کے حکم وقانون کو نبی اکرم ﷺ کے فیصلے اور آپ کے قانون پر ترجیح دے، تو ایسا انسان کافر ہے۔

شرح:

ایمان اور کفر کا معاملہ کچھ خاص 'عبادات' کے اندر شرک کرنے یا نہ کرنے سے ہی متعلق نہیں بلکہ انسانی زندگی کے سماجی شعبے اور معاشرتی مسائل بھی ایمان اور کفر کے معاملہ سے براہ راست متعلق ہیں اور باقاعدہ طور پر "شرک اور توحید" کے دائرہ میں آتے ہیں۔

جدید معاشروں کی جو تشکیل ہوئی ہے اس کی بنیاد دراصل مغرب کے دیے ہوئے سیکولر نظریہ پر رکھی گئی ہے۔ اس میں عبادت کے مفہوم کو 'پوجا پاٹ' اور 'مذہبی شعائر' rituals تک محدود کردیا گیا ہے۔ اس کی رو سے 'توحید' کا مفہوم

آپ سے آپ سکڑ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں کے بہت سے دیندار اور توحید کے داعی اپنی دعوت کا سارا زور 'مذہبی معاملات' کے اندر شرک نہ کیا جانے پر ہی لگا دیتے ہیں۔ آدمی خدا کے سوا بس کسی کی نذر و نیاز نہ دے، کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا نہ جانے، خدا کے سوا کسی کو مدد کیلئے نہ پکارے تو بس وہ موحد ہے۔ رہے اس کے سماجی نظریات، معاشی فلسفے، اس کے سیاسی تصورات اور اس کا اختیار کردہ نظامِ مملکت تو یہ عموماً ان لوگوں کے ہاں شرک اور توحید کے دائرے میں آتا ہی نہیں۔ الا ما شاء اللہ۔ یعنی یہ بحث میں آنے تک سے رہ جاتا ہے۔ مسئلۂ شرک و توحید کے ساتھ ان مسائل کا تعلق جوڑنا عام لوگوں کو تو کیا توحید کے بہت سے داعیوں کو اوپرا اوپرا سا لگتا ہے اور اس پر زور دینا تو اور بھی بعید از قیاس!

اس کی وجہ یہ ہے کہ توحید کے ان داعیوں نے اپنے آپ کو خود بخود اس سانچے Format کا پابند کر لیا ہے جو ان کی سوچ اور تفکیر کے لئے جدید معاشروں کے تخلیق کاروں نے مقرر ٹھہرا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نذر و نیاز، دُعا و التجا اور ذبیحہ و طواف میں شرک کا ہونا یا نہ ہونا موجودہ جاہلیت کے ہاں کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں۔ موجودہ جاہلیت کی اصل بنیاد یہ ہے کہ ہدایت لینے کیلئے انسان خدا اور اس کے رسول کے پاس نہ جائیں اور اگر جائیں تو خاص 'مذہبی معاملات' میں ہی خدا اور رسول سے ہدایت لیا کریں۔ باقی معاملات البتہ معاشرے کی قیادتوں کیلئے چھوڑ دیں۔

پس اگر آدمی زندگی کے کسی معاملے میں رسولؐ کی لائی ہوئی ہدایت پر کسی اور فلسفے یا نظریے یا ضابطے یا نظام یا طریقے کو ترجیح دیتا ہے تو دراصل وہ خدا اور

رسول کے ساتھ کفر کا ارتکاب کر لیتا ہے۔ اس کی زد نظامِ سیاست پر بھی پڑتی ہے۔ نظامِ تعلیم پر بھی۔ نظامِ معیشت بھی اس کی لپیٹ میں آتا ہے اور دیگر سب سماجیات بھی۔ افکار و فلسفہ جات بھی اور دستور و آئین بھی۔

اللہ نے اپنے رسولؐ پر جو کتاب اتاری ہے پہلے آسمانی صحیفوں کی بابت بھی اسے ''مُهَيْمِناً عَلَيْهِ'' سے موصوف کیا ہے۔ یعنی بالا و برتر اور فوقیت پا کر رہنے والی۔ اگر پہلی آسمانی کتابوں کے معاملہ میں اس کی یہ حیثیت ہے کہ یہ ''بالا و برتر اور فوقیت پا کر رہنے والی'' رہے تو انسانی فلسفوں اور لوگوں کے خود ساختہ نظاموں اور قانونوں کی اس کے آگے کیا حیثیت ہوسکتی ہے؟ ان پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا بالا و برتر ہوکر اور فوقیت پا کر رہنا تو کہیں اولیٰ ہے اور اِس کی خاص اس حیثیت اور اِس برتری و فوقیت کا متاثر ہوجانا کفر کا مستوجب۔

یہ مسئلہ اتنا اہم ہے کہ اس کو علماء اہلسنت نے باقاعدہ نواقض اسلام یعنی وہ باتیں جن سے آدمی کفر کا مستوجب ہو جاتا ہے، میں شمار کیا ہے۔ پس یہ بہت ہی اہم بات ہے اور اس سے خبردار رہنا بے حد ضروری۔

جحود بھی نواقض اِسلام میں آتا ہے

واضح رہے دِین کے کسی معلوم امر کا انکار کر دینا بھی مستوجب کفر ہے۔ مثلاً کوئی شخص نماز یا زکوٰۃ یا حج کی فرضیت سے انکار کردے یا مثلاً کہے سود میں کیا حرج ہے یا شراب میں کیا بُرائی ہے۔ یا مثلاً فحاشی اور بے حیائی کے مظاہر کو جائز قرار دے۔

اس معاملہ میں قاعدہ یہ ہے کہ جو آدمی دین کے معلوم فرائض میں سے کسی ایک کی بھی فرضیت کا انکار کرے یا اسلام کے ٹھہرائے ہوئے معلوم محرمات میں سے کسی ایک حرام کام یا حرام چیز کو بھی ___ جانتے بوجھتے ہوئے ___ جائز قرار دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

بے شک آدمی کسی فرض کا تارک ہے یا کسی حرام کام کا مرتکب، جب تک وہ خدا کی فرض ٹھہرائی ہوئی بات کو فرض، حلال ٹھہرائی ہوئی چیز کو حلال اور حرام ٹھہرائی ہوئی چیز کو حرام مانتا ہے تب تک وہ مسلمان ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ رہا اس کا یہ عملی قصور کہ وہ کسی فرض کا تارک ہے یا کسی حرام کام کا مرتکب، تو وہ "زیرِ مشیئت" ہے یعنی خدا چاہے تو اس کو معاف کر دے اور چاہے تو اس کو سزا دے اور بالآخر دوزخ سے نکال لے۔ ہاں البتہ اگر وہ خدا کے فرض کردہ کو فرض ہی نہ مانے یا شریعت کے ناروا کو روا کر لے، جبکہ وہ جان چکا ہو کہ خدا کی شریعت کا اس معاملہ میں کیا حکم ہے، تو ایسا آدمی یقیناً دین سے خارج اور ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔

پس اول الذکر شخص محض مرتکبِ کبیرہ ہے اور گناہگار ہونے کے باوجود ملت میں شامل۔ جبکہ ثانی الذکر شخص "استحلال" (یعنی کسی حرام کو حلال کر لینا) کا مرتکب ہے اور اللہ اور رسولؐ کے حکم کو مسترد کر دینے کے سبب ملت سے ہی خارج۔

مثال کے ایک شخص شراب پیتا ہے یا سود کھاتا ہے، مگر مانتا ہے کہ اس کا یہ فعل حرام ہے اور خدا کی صاف نافرمانی، یہ شخص اگرچہ گناہگار ہے مگر مسلمان ہے۔ ایک دوسرا شخص شراب کو حلال کہتا ہے یا سود کو جائز کرتا ہے، ایسا شخص کافر

ہو جاتا ہے اگر چہ وہ ذاتی طور پر شراب نہ پیتا ہو یا خود سود نہ بھی کھاتا ہو۔ کیونکہ شراب پینا یا سود کھانا محض ایک گناہ ہے، جو کہ خدا کے ہاں اتنا بڑا جرم نہیں جتنا بڑا جرم شراب یا سود وغیرہ کو جواز دینا اور روا کر لینا کیونکہ یہ بات محض گناہ نہیں بلکہ کفر ہے اور شریعت کا صریح انکار۔ علمائے اسلام کے بیان میں یہ بات بہت واضح ہے۔

شراب اور سود محض ایک مثال ہے۔ دین کے کسی بھی ناروا کو روا کر لینا اور اسی کو قانون اور دستور ٹھہرا لینا اللہ کے دین کے اندر یہی حکم رکھتا ہے۔ یہ کفرِ بواح ہے اور ملت سے صاف صاف خروج۔

چونکہ امتِ اسلام کے کسی معلوم و متفق علیہ عقیدہ کو مسترد کر دینا کفر ہے لہٰذا ختمِ نبوت کا منکر بھی واضح اور صریح طور پر کافر ہے۔ نصوصِ شریعت سے یہ بات واضح ہے اور ملت کا اس پر اجماع ہے کہ محمد ﷺ کے بعد اب قیامت تک کوئی نبی اور کوئی رسول نہیں۔ گو محمد ﷺ کے بعد کسی اور شخص کی نبوت کا دعویٰ کرنے والا کئی دیگر ابواب سے بھی خارج از دین ٹھہرتا ہے۔

خدا ہمیں کفر کے ان سب رویوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔

&&&&&

پانچویں بات جس سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے

شریعت کی کسی
بات کو ناپسند جاننا

وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دِین اور شریعت کی کسی بھی بات سے نفرت اور بغض رکھتا ہو وہ کافر ہے اگر چہ وہ اس پر عمل پیرا ہی کیوں نہ ہو۔

ذَلِکَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ (محمد:۹)

"یہ اس لئے کہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ نے نازل کیا ہے تب اللہ نے ان کا سب کیا کرایا غارت کر دیا"۔

شرح:

پیچھے یہ بات گزر چکی کہ نبی ﷺ کے لائے ہوئے دین پر کسی اور فلسفے، طریقے، راستے، قانون، نظام، ضابطے یا طرز حیات کو ترجیح دینا کفر ہے۔ جس کا لازمی تقاضا ہے کہ ہر معاملے میں انسان کو نبیؐ کے چھوڑے ہوئے دین اور شریعت کی جانب ہی رجوع کرنا ہے۔ ہدایت کیلئے آدمی اسی کی جانب رخ کرے اور فیصلہ ایک نبیؐ کی شریعت سے ہی چاہے۔

اب یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ بے شک آدمی نبیؐ کی شریعت کی جانب رخ کرتا ہو مگر نبی ﷺ کی شریعت کی جانب رجوع کرتے ہوئے اگر دل کے اندر مطلق تسلیم نہ ہی اور نفس میں اس کی بابت ایک تنگی اور حرج کا احساس باقی ہے، تب بھی آدمی مسلمان نہیں۔ یعنی ظاہر میں نبیؐ کی شریعت و دستور کا پابند نہ ہونا تو کفر ہے ہی، باطن میں اس کا پابند نہ ہونا بھی کفر ہی ہے:

فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُونَ حَتَّیَ یُحَکِّمُوکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لاَ یَجِدُواْ فِیْ أَنفُسِھِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُواْ تَسْلِیْماً

(النساء:٦٥)

''نہیں اے محمدؐ، تمہارے رب کی قسم یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سرتاسر تسلیم کرلیں''۔

شریعت کی اتباع کے معاملے میں، نفس کے اندر پائی جانے والی الجھن اور تردد کو ختم کرنے پر محنت تو خیر ہر کسی کو کرنی ہے۔ شریعت کا دل سے پیروکار ہونے کے حوالہ سے لوگ درجہ بدرجہ مراتب رکھتے ہیں۔ کوئی نسبتاً کمزور ہے اور کوئی خدا کے فضل سے یقین اور بصیرت رکھنے میں دوسروں سے بڑھ کر ہے۔ البتہ یہ کہ آدمی نبیؐ کی لائی ہوئی شریعت کی کسی بات کو برا جانے، اس سے نفرت یا بغض رکھے تو یہ تو کھلا کفر ہے اور ایسا آدمی دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ بے شک آدمی دین کی اس بات پر مجبوراً یا لوگوں کی دیکھا دیکھی عمل پیرا ہی کیوں نہ ہو۔

ذَلِکَ بِأَنَّھُمْ کَرِھُوا مَا أَنزَلَ اللَّہُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَھُمْ (محمد:۹)

''یہ اس لئے کہ انہوں نے مبغوض جانا اس بات کو جسے نازل کیا اللہ نے،

پس اللہ نے ان کے سب اعمال ہی برباد کردیئے''

جبکہ ''سب اعمال اکارت چلے جانا'' حالتِ کفر ہی کی سزا ہے۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو کسی کو دیندارانہ مظاہر اختیار کیئے دیکھیں تو یہ اُنہیں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ کسی کو 'پردہ' سے چڑ ہے۔ کسی کو 'نماز' بری لگتی ہے۔ کسی کو 'ڈاڑھی' تکلیف دیتی ہے۔ کسی کو 'دعوت الی اللہ' یا 'امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' ایسے شعائرِ دین سے اذیت ہوتی ہے۔ کسی کو جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کی بات اچھی نہیں لگتی اور وہ ان باتوں کے خلاف صبح شام بغض پالتا ہے۔ کسی کو باطل کی مخالفت اور طاغوت کی مذمت کی جانا بری لگتی ہے۔ کسی کو شرک کا رد کیا جانا مبغوض ہے۔ عورت کا مرد کی نسبت میراث میں نصف حصہ پانا یا خاص معاملات میں دو عورتوں کی گواہی کا ایک مرد کی گواہی کے برابر ہونا یا اسلام میں مرد کیلئے اصولاً چار شادیوں کی گنجائش ہونا وغیرہ وغیرہ ...... یہ سب یہاں کے بہت سے پڑھے لکھوں کیلئے باعث تکلیف واذیت ہے۔ جبکہ ان سب باتوں کا دین ہونا اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا حصہ ہونا ایک معلوم حقیقت ہے۔

چنانچہ دین کی کسی بات سے آدمی کو چڑ ہونا یا اس پر آدمی کا جز بز ہونا، اسلام کے کسی معلوم امر کو دیکھ کر یا دین کی کسی بات کا سن کر آدمی کا اس پر تلملا اٹھنا اور دین کے کسی مسئلہ یا شعبہ سے آدمی کو نفرت یا بغض ہونا کوئی چھوٹا موٹا گناہ نہیں۔ یہ صاف صاف کفر ہے اور نواقض اسلام میں شمار ہوتا ہے۔

بے شک دین کی کسی بات پر آدمی کسی وجہ سے نہ بھی عمل کر پایا ہو، مگر یہ کہ وہ دین کی اس بات سے خار کھانے لگے، یہ البتہ ایمان کیلئے حد درجہ خطرناک ہے۔

دین کی کسی بات، دین کی کسی حقیقت یا دین کے کسی مظہر پر آدمی جلے بھنے اور اذیت محسوس کرے تو یہ دین کے ساتھ کفر ہے اور ایسا کرنے سے آدمی دین سے خارج ہو جاتا ہے۔

البتہ اس معاملے میں دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے:

ا) آدمی کو دین کی کسی بات سے چڑ ہونا ایک چیز ہے اور دین کی کسی بات پر عمل پیرا ایک شخص سے اس کے کسی غلط رویے یا طرز عمل کے باعث چڑ جانا اور چیز۔ بعض لوگ ان دو باتوں کو خلط کر بیٹھتے ہیں اور اس کے باعث دوسروں پر حکم لگانے یا ان کی بابت رائے قائم کرنے میں زیادتی کر لیتے ہیں۔

گو یہ بھی ممکن ہے کہ آدمی کو بغض تو ہو دین کی بات سے...... آدمی کو چڑ تو ہو رسول اللہ ﷺ کی کسی معلوم سنت یا حکم سے مگر وہ اپنی اس نفرت اور کدورت کو چھپا اس بات کے پردہ میں رہا ہو کہ وہ تو کسی شخص یا گروہ کے، اپنے تئیں، غلط طرز عمل پر ہی برہم ہے نہ کہ فی نفسہ دین کی اُس بات پر۔ اب اگر وہ ایسا کر رہا ہے تب بھی ہم بہرحال اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس صورت میں وہ شخص نفاق پر ہوگا اور گو یہ کفر کی بدترین صورت ہے اور ایسا آدمی خدا کے نزدیک کافر ہی شمار ہوگا مگر اس پر پکڑ کرنا اب بندوں کا کام نہ رہے گا۔ ہم بہرحال اس کے ظاہر پر ہی حکم لگانے کے مجاز ہوں گے۔ گو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایسے آدمی کا نفاق چھپ نہیں پاتا (وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِي لَحۡنِ الۡقَوۡلِ۔ سورۂ محمد: ۳۰ **"اور ضرور بضرور تم ان کو بات کے لہجے سے ہی پہچان لو گے"**) اور اپنے لہجے سے یہ شخص بہت جلد بتا دیتا ہے کہ اندر کس قدر نفاق بھرا ہوا ہے مگر اس پر حکم بہرحال اس کے کسی بیان پر ہی لگ سکتا ہے یا پھر اس کی کسی ایسی حرکت پر

جس سے اس کا دین کی کسی بات سے بغض اور کینہ اس دوٹوک انداز میں واضح ہوتا ہو کہ کسی تاویل کی گنجائش نہ رہے۔ بصورت دیگر اس کا معاملہ خدا پر ہی چھوڑ رکھا جائے گا۔

مسلم معاشرے میں منافقین کا ایک ایسا طبقہ پایا جا سکتا ہے جو اپنے طریقۂ واردات میں ظاہری طور پر کسی کو پکڑائی نہ دے اور دین کے خلاف یا دین کے کسی شعبہ کے خلاف اپنا بغض چھپا کر رکھنے میں کامیاب رہے، بغیر اس کے کہ وہ اپنے کسی قول یا فعل کے معاملہ میں واضح طور پر کسی کی گرفت میں آ سکے۔ ایسے منافقین ہو سکتے ہیں جو نہ تو صاف چھپیں اور نہ کھل کر سامنے آئیں۔ ایسے لوگوں پر کوئی حکم لگائے بغیر ان کو خدا سے ڈرانا اور ان کو یہ اندازہ کرا دینا کہ ان کو محض ایک ایسی سہولت دی گئی ہے جس سے منافقین مستفید ہو سکتے ہیں اور جس کا وبال ان پر کھلے کفر کی نسبت کہیں بڑھ کر پڑ سکتا ہے...... اور یوں ان کیلئے قول بلیغ کہنے پر اکتفا کرنا ہی ضروری ہے۔

۲) آدمی کا دین کی کسی بات پر برہم ہونا ایک چیز ہے اور دین کی اس بات کی بابت کسی کے فہم سے شاکی ہونا ایک دوسری چیز۔ مؤخر الذکر صورت میں ظاہر ہے کہ معاملہ مختلف ہوگا۔

ضرور یہاں بھی وہ احتمال پایا جا سکتا ہے جو پیچھے ہم نے ذکر کیا۔ یعنی آدمی کو بغض تو ہو اسلام کے کسی عقیدہ یا شعار سے مگر وہ اپنے بغض کو چھپائے اس بات کے پردہ میں کہ اس کو تو بس کسی شخص یا گروہ کے فہم پر اعتراض ہے یا کسی کے طرز استدلال یا طریقِ عمل سے شکایت ہے۔ پس اگر وہ ایسی کوئی اوٹ اختیار کرتا ہے تو بھی اس کا معاملہ خدا پر چھوڑ دینا ہی درست طریق کار ہوگا۔

گو اِس بات کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ چونکہ اسلام کے بہت سے شعائر کی غلط تفسیر اور تفہیم بھی ہمارے اس دور میں بکثرت ہوئی ہے لہٰذا اس بات کا امکان بہرحال پایا جاتا ہے کہ آدمی کو شکایت واقعتاً کسی کے طرز استدلال سے ہو نہ کہ دین کے کسی معروف حکم سے۔

بہرحال اگر کسی کے ہاں خبثِ باطن اپنا آپ محسوس کرا رہا ہو مگر وہ اس کی ایسی توجیہ کر رہا ہو کہ اس پر صاف گرفت نہ ہو سکتی ہو تو یہ تاویل کا باب ہے اور تاویل تکفیر کے موانع میں سے ایک مانع بہر کیف ہے۔ پس کوئی آدمی اگر دین کی کسی بات کو صاف رد نہیں کرتا نہ ہی وہ اپنا بغض دین کی اس بات کے خلاف ظاہر کرتا ہے بلکہ اپنی بات کی توجیہ میں اس انداز کی کوئی تاویل کرتا ہے تو اس پر کفر کا حکم لگا دینے میں احتیاط کی جائے گی۔

اس بات کو نظر انداز کر دینے سے بھی بہت سے فتنے جنم لے سکتے ہیں۔ بعض لوگ پہلے دین کے کسی شعار کا ایک خاص گروہی مفہوم اپناتے ہیں مثلاً دعوت یا امر بالمعروف یا جہاد یا خلافت وغیرہ کی بابت۔ پھر ہر وہ شخص جو ان کے اس مفہوم یا منہج پر کوئی تنقید یا طعن و تشنیع یا اس پر کوئی مخالفانہ رد عمل اختیار کرتا ہے اس کو یہ 'دین' ہی کا مخالف سمجھ لیتے ہیں۔ چنانچہ دین کے کسی شعار کی بابت 'اپنے فہم یا طرزِ عمل' پر ہونے والی تنقید و تشنیع کو یہ 'دین کے ایک شعار' پر طعن و تشنیع کیا جانے پر ہی محمول کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ یہ جھگڑا جو دو گروہوں کے فہمِ دین یا طریقۂ عمل کے مابین ہوتا ہے یا یوں کہیے یہ نزاع جو اسلام کے کسی شعار کی تفسیر کرنے کے معاملے میں دو گروہوں کے مابین پایا جاتا ہے اس کو دونوں طرف سے یا کسی ایک طرف سے ''شعائرِ اسلام'' ہی کی مخالفت اور مخاصمت پر

محمول کرلیا جاتا ہے۔ یوں 'اپنے' مخالف کو 'دین' کا مخالف باور کرایا جاتا ہے۔ پھر جب کوئی 'دین کا مخالف' باور کرلیا گیا ہو تو پھر اس کے خلاف سب کچھ کہنا روا کرلیا جاتا ہے!

پس اس قاعدہ کا اطلاق وہاں ہوگا جہاں یہ امکان نہ ہو کہ شعائر دین کے فہم وتفسیر میں آدمی کو ٹھوکر لگی ہے۔

''رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی کسی بات سے بغض اور نفرت'' کے مظاہر موجودہ دور میں دیکھنا ہوں تو وہ آپ کو یہاں کے لادین اور نام نہاد ترقی پسندوں کے ادب اور کلام میں بکثرت دیکھنے کو ملیں گے۔ جس قدر ان لوگوں کے ہاں دین اور دینی عقائد اور دینی مظاہر کی تحقیر پائی جاتی ہے اتنی کسی اور کے ہاں نہیں۔ گو 'سماجی' معنی میں یہ لوگ اپنے آپ کو 'مسلمان' بھی کہیں گے اور کبھی کبھار 'نعت' پر بھی طبع آزمائی کریں گے!

&&&&&

چھٹی بات جس سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے

دینِ اسلام کی
کسی بات کا مذاق اڑانا

وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی کسی بات یا ان کے ذکر کردہ کسی ثواب یا عذاب کا مذاق اڑائے، کافر ہو جاتا ہے۔

قُلْ أَبِاللّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لاَ تَعْتَذِرُواْ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ (التوبۃ:٦٥، ٦٦)

"کہو کیا تمہاری ہنسی دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ہی کے ساتھ تھی! اب عذرات نہ تراشو، تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے"۔

شرح:

ہمارے یہاں جنت اور جہنم کے بارے میں ایسے لطیفے اور چٹکلے بیان کرنے کا رواج عام ہے جن سے خدا کے عذاب کی ہیبت یا خدا کی رضا و خوشنودی کی اہمیت کم ہوتی ہو یا جن سے یہ تاثر ابھرتا ہو کہ ___ معاذ اللہ ___ یہ تو بس ایسے ہی ڈراوے ہیں یا یہ کہ دل کے خوش رکھنے کو یہ 'خیال' اچھا ہے۔

جنت اور جہنم اور عذابِ قبر وغیرہ ایسے موضوعات کی جو ایک ہیبت دلوں پر بٹھائی جانا دین میں مقصود ہے اور اس حد تک مطلوب ہے کہ ان کے ذکر پر کسی

وقت ایمان والوں کی آنکھیں اشکبار ہو جایا کریں...... ان موضوعات کو شیاطینِ جن وانس ہنسی اور دل لگی کا ذریعہ بنا دیتے ہیں۔

عقائد اور غیبیات کو مذاق اور شغل کا موضوع بنانا گو ہمارے معاشروں میں کسی نہ کسی حد تک پہلے سے ہے مگر اس کا زیادہ رواج مغرب سے آیا ہے۔ وہاں چونکہ حق ویسے ہی دستیاب نہیں رہا لہٰذا ایمان بالغیب ان لوگوں کے ہاں بڑی حد تک 'ڈھکوسلے' کے مترادف ہے۔ جنت، جہنم اور فرشتوں وغیرہ کو لوگ وہاں مانتے بھی ہیں تو واجبی حد تک اور ایک روایتی انداز میں اور کچھ سماجی محاوروں کے طور پر۔ مغربی ادب میں 'اعتقادات' چونکہ 'مزاح' کیلئے ایک اچھے اور دلچسپ مواد کا درجہ رکھتے ہیں اور لطیفوں کا موضوع بنتے ہیں اس لئے ہمارے ہاں بھی ایسے 'ادب' کی کچھ نہ کچھ درآمد ہوئی ہے۔ بہت سے لطیفے تو مغربی زبانوں سے حرف بہ حرف ترجمہ ہوتے اور اخبارات وجرائد میں عام چھپتے ہیں۔ ایک مسلمان کو اس بات سے شدید طور پر خبردار رہنا چاہیے۔

آدمی معاذ اللہ کتنا بھی گناہگار کیوں نہ ہو، خدا اور رسولؐ کی طرف سے آئی ہوئی بات کا احترام، اس کی تعظیم اور اس کا ایک تقدس دل میں محسوس کرنا مسلمان ہونے اور مسلمان رہنے کیلئے حد درجہ لازم ہے۔ محمد ﷺ کی بتائی ہوئی ہر بات ایک غایت درجہ کا تقدس اور ناموس رکھتی ہے۔ ایک مسلمان کا رویہ اپنے نبیؐ کے حوالے سے بتائی گئی بات کے معاملے میں مغرب کے ایک عام فرد کی نسبت، جو وہ اپنے سنے سنائے مذہب کے ساتھ روا رکھتا ہے، بہت مختلف ہونا چاہیے۔ دین کے کسی معلوم عقیدہ یا شعار کو مذاق یا تمسخر کا موضوع بنا دیا جائے اور آدمی اس پر ایمانی غیرت محسوس نہ کرے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ ایمان سرے سے ہے نہیں۔

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: "إنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا يَرىٰ بِهَا بَأْساً فَيَهْوِيُ بِهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ سَبْعِيْنَ خَرِيْفاً" (رواه احمد والترمذی وابن ماجة۔ وصححه الألبانی)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آدمی منہ سے کوئی ایسی بات بول دیتا ہے جو اللہ کو ناراض کردینے والی ہوتی ہے، جبکہ وہ اُس کے بولنے میں برائی خیال تک نہیں کرتا، مگر وہ اس کی پاداش میں جہنم کے اندر ستر سال تک گرتا چلا جاتا ہے''

رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی کسی بات، کسی حکم، کسی عقیدہ یا کسی شعار کا مذاق اڑانا، ٹھٹھہ کرنا اور تمسخر کا طریقہ اپنانا بلاشبہ ایک کفریہ طرزِ عمل ہے۔

کسی کی نماز کا مذاق اڑانا، کسی کے پردہ پر چوٹ کرنا یا دینداری کے دیگر مظاہر پر پھبتی کسنا، لوگوں کو ان باتوں پر ہنسانا اور یوں بالآخر دین کے احکام پر عمل پیرا ہونے کو معاشرے میں ایک شرم اور عار کی بات بنادینا بہت سے لوگوں کیلئے ایک شغل کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ صریحاً کفر ہے۔

دین کے کسی عقیدہ یا مظہر کا استہزاء آدمی زبان سے کرے یا ہاتھ کے اشارے سے یا حتی کہ آنکھ مار کر یا جسم کی کسی حرکت سے ...... یہ خدا اور رسولؐ کے ساتھ کفر ہے۔ اسی وجہ سے قرآن میں ھمز اور لمز اور غمز کرنے والوں کو بربادی کی وعید سنائی گئی ہے (ویل لكل همزة لمزة)[1] (واذا مروا بهم يتغامزون)[2] ایک طرف کفار کا یہ حال بیان کیا گیا ہے تو دوسری طرف منافقین (جو کہ باطن میں کافر تھے) کی بابت قرآن مجید میں بتایا گیا ہے کہ وہ صحابہؓ کی دینداری کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور اللہ اور رسولؐ سے ان کی وفاداری اور

اطاعت گزاری پر فقرے چست کیا کرتے تھے۔ یہ بات ان کے ایک بڑے جرم کے طور پر قرآن میں بیان ہوئی ہے (قالوا أنومن کما آمن السفهاء)[٣] بسا اوقات صحابہؓ کا دین سے تمسک اور اخلاص ان کے مذاق کا نشانہ بنتا اور وہ طرح طرح سے اس بات پر ان کی تضحیک کرتے۔ البتہ تنبیہ کئے جانے پر کہنے لگتے۔ یہ تو ہم ویسے ہی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ قرآن میں ان کو بتایا گیا کہ یہی تو دراصل تمہارا کفر ہے:

قُلِ اسْتَهْزِئُواْ إِنَّ اللّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لاَ تَعْتَذِرُواْ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ (التوبۃ:٦٤-٦٦)

”ان سے کہو: ”کرلو مذاق، اللہ اس چیز کو کھول دینے والا ہے جس کے کھل جانے سے تم ڈرتے ہو“ اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے تو جھٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ ان سے کہو ”کیا تمہاری ہنسی دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسولؐ ہی کے ساتھ تھی؟ اب عذرات نہ تراشو، تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے“۔

اس آیت کی تفسیر کے تحت امام ابن کثیرؒ تین روایات ذکر کرتے ہیں:

١) ابن اسحاقؒ کہتے ہیں: منافقین کی ایک جماعت جس میں ودیعہ بن ثابت

---

(١) سورۃ الھمزۃ:١ ”بربادی ہے ہر (تمسخر آمیز) اشارہ کرنے والے (معنی خیز) استہزا کرنے والے کیلئے“

(٢) المطففین: ٣٠ ”جب وہ ان (نیک لوگوں) کے پاس سے گزرتے تو ایک دوسرے کو آنکھیں مارا کرتے“

(٣) البقرۃ:١٣ ”کیا ہم ویسے ایمان لے آئیں جیسے یہ نادان ایمان لے کر آئے ہیں؟“

اور مخشی بن حمیر اشجعی شامل تھے، تبوک کی مہم میں رسول اللہ ﷺ کی شریک سفر تھی۔ یہ مسلمانوں کو بدکانے اور ان کے حوصلے پست کرنے کیلئے کہہ رہے تھے: ''کیا تم نے رومیوں کے ساتھ جنگ کو عربوں کی آپس کی مار دھاڑ جیسا سمجھ رکھا ہے کل دیکھ لینا تم لوگ رسیوں میں بندھے پڑے ہو گے''۔ تب مخشی بن حمیر بولا: ''مزا ہو جو اوپر سے سو سو کوڑے بھی پڑیں......'' تب رسول اللہ ﷺ نے عمار بن یاسرؓ کو ان سے پوچھنے کیلئے بھیجا کہ وہ کیا کہہ رہے تھے اور اگر انکار کریں تو کہنا ہاں تم نے یہ یہ کہا ہے۔ عمارؓ ان کے پاس گئے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی بات پہنچائی۔ تب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس معذرت کرنے آئے جبکہ آپؐ سواری پر تشریف فرما تھے۔ ربیعہ بن ثابت رسول اللہ ﷺ کی سواری کے رسے کو پکڑے ہوئے کہہ رہا تھا: ''یا رسول اللہ ﷺ ہم تو بس ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے''......

۲) قتادہؒ کہتے ہیں: منافقین کی ایک جماعت غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کی ہمرکاب تھی تب وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہنے لگے: ''ان صاحب کو خیال ہوا ہے کہ یہ روم کے محلات اور قلعے فتح کر آئیں گے، پر کہاں!'' اللہ نے اپنے نبی کو اس کی خبر کر دی۔ تب آپؐ نے فرمایا ''ان کو میرے پاس لاؤ''۔ آپؐ نے ان کو طلب فرمایا اور ان کو بتایا کہ تم نے یہ یہ باتیں کی ہیں تب وہ قسم اٹھا کر کہنے لگے ''ہم تو بس ہنسی اور دل لگی کر رہے تھے''۔

۳) محمد بن کعب قرظیؒ (عبداللہ بن عمرؓ اور بعض دیگر صحابہؓ سے) روایت کرتے ہیں: منافقین میں سے ایک شخص نے کہا: ''یہ جو اپنے قرآن پڑھنے والے ہیں ہم نے تو ان جتنا پیٹ کا حرصی، زبان کا جھوٹا اور معرکہ کے وقت

بزدلی دکھانے والا کوئی نہیں دیکھا۔ان کا اشارہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ان اصحاب کی جانب تھا جو کہ (خاص) حاملین قرآن تھے۔تب عوف بن مالک نے اس سے کہا: جھوٹے تم ہو۔ میں رسول اللہ ﷺ کو (تمہاری بات) بتا کر رہوں گا۔عوفؓ رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر کرنے گئے مگر دیکھتے ہیں کہ ان سے پہلے آپؐ پر قرآن نازل ہو چکا ہے۔تب وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جبکہ آپؐ نے کوچ کر لیا تھا اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو چکے تھے۔ وہ شخص کہنے لگا: ہم تو ہنسی کھیل کرتے اور سفر میں شغل کی باتیں کرتے جا رہے تھے۔عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں: مجھے اب بھی گویا وہ شخص ایسے ہی نظر آ رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کے پیٹ پر لپٹے رسے کے ساتھ لٹکا پتھروں پر گھسٹتا جا رہا ہے اور کہتا جا رہا ہے: ہم تو بس مذاق کر رہے تھے، اور رسول اللہ ﷺ اس کو جواب دیتے جا رہے ہیں! **أباللہ وأیاته ورسوله**...... ”کیا خدا کے ساتھ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ ہی تمہاری ہنسی دل لگی تھی۔ اب عذرات نہ تراشو، تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے“۔

(ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر بسلسلہ سورۃ التوبہ آیت ٦٥، ٦٦)

لاَ تَعْتَذِرُواْ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ..

”اب عذرات نہ تراشو تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے“۔

یہ آیت اس موضوع پر صریح ہے کہ امورِ دین کے ساتھ مذاق کرنے والا انسان صاف صاف کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔

صرف یہی نہیں کہ دین کے کسی عقیدہ یا کسی شعار یا کسی مظہر پر پھبتی کسنا اور فقرے چست کرنا کفر ہے اور آدمی کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ بلکہ یہ

بھی بتا دیا گیا ہے کہ جو شخص دین کے ساتھ استہزاء ہوتا دیکھے اور ایسی بات ٹھنڈے پیٹوں سن لے اور ایسی مجلس میں شریک رہے اس کا بھی وہی حکم ہے جو کہ دین کا استہزاء کرنے والے کا۔ فرمایا:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّهِ يُكَفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلاَ تَقْعُدُواْ مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُواْ فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذاً مِّثْلُهُمْ (النساء:۱۴۰)

"اللہ اس کتاب میں تم کو پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ جہاں تم سنو کہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر ہو رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہاں نہ بیٹھو جب تک کہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں۔ اب اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم بھی انہی کی طرح ہو"۔

*****

اس لحاظ سے دیکھئے تو نواقض اسلام کا چوتھا، پانچواں اور چھٹا بند مل کر ایک دوسرے کو خوب مکمل کرتے ہیں۔ یعنی محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین پر کسی اور ضابطے، قاعدے، قانون یا فلسفے اور نظریے کو ترجیح دینا کفر۔ پھر محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بھی آدمی اس کی کسی بات سے خار کھائے یا اس کے خلاف بغض پالے تو کفر۔ اور پھر محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین کی کسی بات کی تضحیک کرے تو کفر۔

پھر آخری بند میں آپ دیکھیں گے کہ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین سے آدمی مطلق اعراض برتے تو کفر۔

&&&&&

ساتویں بات جس سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے

جادو
اور 'عملیات' کرنا

ساتویں بات جس سے انسان کفر کا مرتکب ہوتا ہے جادو ہے۔ جادو میں محبت کے ٹونے بھی آتے ہیں اور کسی محبت سے دل پھیرنے کے بھی، سو جو یہ کام کرے یا اس پر راضی ہو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

قرآن میں اس کے کفر ہونے کی دلیل یہ ہے۔

وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولاَ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلاَ تَكْفُرْ

(البقرۃ:۱۰۲)

''حالانکہ وہ (فرشتے) جب بھی کسی کو اس کی تعلیم دیتے تھے تو پہلے صاف طور پر متنبہ کر دیتے تھے کہ دیکھ ہم محض ایک آزمائش ہیں، تو کفر میں مبتلا نہ ہو''۔

شرح:

نواقض اسلام کے اس ساتویں شعبے میں سحر اور ضعیف الاعتقادی پر مشتمل کفریات اور شرکیات سب آجاتی ہیں۔ جادو کرنے اور کرانے والا شخص بلاشبہ

کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔ ایسا آدمی اپنی آخرت برباد کر لیتا ہے...... الا یہ کہ وہ اس سے تائب ہو جائے۔

عامل سنیاسی ہمارے شہروں بازاروں میں جگہ جگہ بیٹھے نظر آئیں گے۔ ان کے پاس ضعیف الاعتقاد لوگوں کے ٹھٹھ لگے ہر وقت دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ صریحاً کفر اور جاہلیت کے مظاہر ہیں۔

بہت سے لوگ ان طاغوتوں کے پاس جاتے ہیں۔ 'عمل' کرتے بھی ہیں اور کرواتے بھی ہیں۔ عامل لوگ بسا اوقات اس کو جادو کا نام نہیں دیتے۔ یا تو اس لئے کہ جادوٹونے کا لفظ بدنام ہو گیا ہے اور یا پھر اس لئے کہ جادو کا گناہ ہونا ہر کس و ناکس کو معلوم ہے لہٰذا وہی کام اب کسی اور نام سے کیا جائے۔

بہت سے لوگ جادو تب سمجھتے ہیں جب ان کے خیال میں وہ 'کالا علم' ہو۔ کسی اور نام سے شیطانی عمل جتنا مرضی ہوتا رہے وہ اس کو 'سفید علم' کے نام سے قبول کر لیتے ہیں حتی کہ اس کو شرعاً حرام کہنے سے بھی اتفاق نہیں کرتے۔ یوں نام بدل بدل کر عامل ان کو گمراہ کرتے ہیں۔

یہ گمراہ عامل ایسے بدبخت ہیں کہ بسا اوقات یہ قرآنی آیات کو الٹی ترتیب سے لکھ کر یا پھر قرآنی آیات کو اپنے جادو کے اعداد یا زائچوں کے ساتھ خلط کر کے لوگوں کو کہتے ہیں کہ ان کو قرآنی تعویذ دیئے گئے ہیں۔

علاوہ ازیں نجومی جو ــــ بزعمِ خود ــــ قسمت کا حال بتاتے ہیں وہ بھی جادوگروں کے حکم میں آتے ہیں۔ یہ ستاروں پر مشتمل زائچے بنا کر اور تاریخ پیدائش وغیرہ کا حساب رکھ کر لوگوں کو غیب کی خبریں اور قسمت کا حال بتاتے ہیں۔ امام محمد بن عبدالوہابؒ اپنی کتاب التوحید میں (باب۲۴: بیان شيء من

أنواع السحر کے تحت یہ حدیث لے کر آتے ہیں:

وعن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: ''**من اقتبس شعبة من النجوم، فقد اقتبس شعبة من السحر، زاد ما زاد**'' (رواہ ابوداؤد و إسنادہ صحیح)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو آدمی نجوم کا کوئی شعبہ اپناتا ہے وہ دراصل جادو کا ایک شعبہ اختیار کرتا ہے اور اگر زیادہ تو زیادہ (شعبے)''۔

چنانچہ یہ سب دھندے نواقض اسلام میں آتے ہیں۔ ان کا گاہک بن کر آدمی مسلمان نہیں رہتا۔

وَلَقَدْ عَلِمُواْ لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِيْ الآخِرَةِ مِنْ خَلاَقٍ (البقرۃ:۱۰۲)

''اور (یہ کفر کرتے وقت) انہیں خوب معلوم تھا کہ جو اس چیز کا خریدار بنا، اس کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں''۔

ستاروں اور برجوں کا علم اور قسمت کا حال جو اخبارات و جرائد میں یوں بے تحاشا لنڈھایا جاتا ہے...... یہ محض کوئی پرانی طرز کے ضعیف الاعتقاد، دقیانوسی اور ان پڑھ جاہلوں کا امتیاز نہیں۔ اتنی سی 'ایمانیات' کی گنجائش 'جدید' لوگوں کے ہاں بھی رکھی گئی ہے! مغربی اصطلاحات جاننے والے نجومی ٹامک ٹوئیے اب 'پروفیسر' کہلاتے ہیں!

آپ کے یہاں کا شاید ہی کوئی اخبار یا میگزین ہو جو horoscope اور 'آپ کا آئندہ ہفتہ کیسا گزرے گا' کے عنوان کے تحت ایسے کسی نجومی یا پروفیسر پر شیطان کی اتاری ہوئی وحی بڑی باقاعدگی سے شائع نہ کرتا ہو۔ اخبارات

وجرائد کو ظاہر ہے جدید پڑھے لکھے چلاتے ہیں۔'آئندہ ہفتہ' والا صفحہ پڑھنے میں بہت سے جدید تعلیم یافتہ بھی اتنی ہی دلچسپی لیتے ہیں جتنی کہ ان پڑھ اور 'پسماندہ' لوگ۔ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ یہ نجوم اور برجوں پر مشتمل 'قسمت کا حال' ہمارے یہاں کے اخبارات وجرائد کا مستقل حصہ کیوں ہے؟ کیونکہ مغرب کے اخبارات وجرائد بھی شیطان کی اس وحی کے شائع کرنے کا باقاعدہ اہتمام کرتے ہیں۔ وہ چھوڑ دیں تو شاید یہ بھی اس پر کچھ بہت زیادہ اصرار نہ کریں گے!

خدا کی آزمائش کہ بعض لوگوں کو 'نجوم' کی دی ہوئی مستقبل کی خبروں میں کبھی کوئی چیز سچ نظر آجاتی ہے تو آدمی جتنا مرضی پڑھا لکھا ہو وہ ان کی تصدیق پر مائل ہونے لگتا ہے......اور شیطان کے چنگل میں پھنس جاتا ہے۔

خدائے واحد پر ایمان کی مٹھاس اور یقین کی ٹھنڈک اور توکل کا لطف صرف ایک موحد لے سکتا ہے۔

&&&&&

آٹھویں بات جس سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے

کافروں کا

رفیق اور حلیف ہونا

آٹھویں بات جس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے وہ ہے مشرکوں کی نصرت اور پشت پناہی کرنا۔ یا مسلمانوں کے خلاف انکا معاون ہونا۔

قرآن میں اس کی دلیل یہ ہے۔

وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ (المائدہ:۵۱)

”اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی انہی میں ہے یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے“۔

شرح:

دین اور امت کا غدار بے شک نماز روزہ کرتا ہو، کافر ہو جاتا ہے۔

اللہ اور اس کے رسولؐ اور اہل ایمان کا وفادار بن کر رہنا اور اللہ و رسولؐ اور اس اُمت کے دشمن سے دشمنی رکھنا ایمان کا بنیادی فرض ہے۔ یہ نہیں تو قرآنِ مجید کا وہ ایک خاصا بڑا حصہ کچھ معنیٰ ہی نہیں رکھتا جو کہ آج تک برابر تلاوت ہوتا ہے

اور جو کہ ان منافقین کا بار بار کفر بیان کرتا ہے جو نبی ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ دوستیاں گانٹھتے تھے۔

اسلام محض عقائد یا نماز روزہ ایسی عبادات کا مجموعہ نہیں۔ حتی کہ یہ محض کوئی سیاسی اور معاشی ہدایات پر مشتمل سماجی نظام بھی نہیں، جیسا کہ ہمارے بہت سے نکتہ داں طویل لیکچر دیا کرتے ہیں۔ اسلام دراصل انسان کی وفاداریوں کا تعین بھی ہے اور اس کے تعلقات کی حدود کا دائرہ بھی اور اللہ ورسولؐ وامت کیلئے غیرت کا امتحان بھی۔

تعلق اور وفاداری اور مدد ونصرت کے معاملہ میں بھی دراصل آدمی کے ایمان کو امتحان سے گزارا جاتا ہے۔ کفار جو اسلام اور اہل اسلام سے برسر جنگ ہوں یا دین اسلام کے خلاف یا اس کی کامیابی کے خلاف بغض رکھتے ہوں ایک مسلمان کیلئے دشمن ہی کا درجہ رکھتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں تو آدمی کو اپنے ایمان کی فکر ہو جانی چاہیے۔

اسلام اور توحید کے دشمنوں سے دلی ہمدردی رکھنا، یا مسلمانوں کے خلاف ان کی فتح مندی چاہنا، یا مسلمانوں کے خلاف ان کی نصرت اور اعانت کرنا، یا حتی کہ مسلمانوں کے خلاف محض ان کا حلیف بن کر رہنا صریحاً کفر ہے۔ ایسا کرنے کے بعد آدمی دائرۂ اسلام میں نہیں رہتا۔

بنابریں ہر وہ اتحاد alliance (تحالف) جو کسی مسلم ملک یا مسلم قوت یا مسلم جماعت یا مجاہدین کے خلاف آمادۂ جنگ ہو اس کا حصہ بننا، اس کی معاونت کرنا، اس کا پرچم اٹھانا، اس کیلئے جاسوسی کرنا یا مسلمانوں کے خلاف کسی بھی طرح اس کی مہم آسان کرنا محض کوئی گناہ نہیں، یہ آدمی کو دائرۂ اسلام سے ہی خارج کر دیتا ہے۔

ایسے آدمی کو متنبہ ہو جانا چاہیے وہ اگر اپنے اس عمل سے تائب ہوئے بغیر مر جاتا ہے تو وہ کفر کی حالت پر مرتا ہے، جس پر ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم یقینی ہے۔

اوپر ذکر ہونے والی سورۂ مائدہ کی آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیرؒ کہتے ہیں:

> ''یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ان یہود و نصاریٰ کے ساتھ موالات رکھنے سے جو کہ اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہیں، ممانعت فرمائی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ (یعنی یہودی اور عیسائی) آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے والوں کو تنبیہ اور وعید فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا و من یتولهم منکم فانه منهم یعنی ''جو تم میں سے ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر انہی میں سے ہوگا''۔

یہاں تک کہ امام ابن کثیرؒ اس آیت کے ذیل میں حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ آپؓ نے ابوموسیٰ الاشعریؓ (والیٔ بصرہ) کو اس بات پر سرزنش فرمائی کہ انہوں نے ایک عیسائی انشا پرداز کو محض اس کی صلاحیتوں کو دیکھ کر اپنا مکتوب نگار کیوں رکھ لیا اور اپنی اس بات کی تائید میں یہی سورۂ مائدہ کی آیت پڑھی جو کہ اس مسئلہ کے ثبوت میں شروع کے اندر یہاں بیان ہوئی: یاأیها الذین أمنوا لا تتخذوا الیهود والنصاریٰ أولیاء ...... یعنی: ''اے اہل ایمان تم یہود اور نصاریٰ کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ یہ آپس میں ہی ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی انہی میں ہے'' یہ حوالہ دینے کے بعد فرمایا: ''اس کو نکال دو''۔

(ملاحظہ فرمایئے تفسیر ابن کثیر بابت سورۃ المائدۃ آیت ۵۱)

سورۂ مائدہ کی اس آیت کے سلسلہ میں امام ابن جریر طبریؒ مفسرین کا یہ قول

نقل کرتے ہیں:

''اس آیت کا اشارہ (صحابی رسولؐ) عبادہ بن الصامتؓ اور (رئیس المنافقین) عبداللہ بن اُبی بن سلول کی طرف ہے جب عبادہ بن الصامت نے یہود کا حلیف رہنے سے دستبرداری کا اعلان کر دیا مگر عبداللہ بن اُبی نے یہود کے ساتھ اپنا تحالف برقرار رکھا جبکہ یہود کی اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ عداوت ظاہر ہو چکی تھی''۔

طبریؒ ایک دوسری روایت لاتے ہیں کہ:

جب بنوقینقاع (ایک یہودی قبیلہ) نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کر لی تو عبداللہ بن اُبی پھر بھی ان سے تعلق برقرار رکھنے پر مصر رہا اور ان کے تحفظ کیلئے کھڑا رہا۔ جبکہ عبادہ بن الصامتؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے آئے۔ یہ (عبادہ) بنی عوف بن خزرج سے تھے جو کہ اس سے پہلے تک بنوقینقاع کے اسی طرح حلیف ally تھے جس طرح کہ عبداللہ بن ابی۔ عبادہ ابن الصامتؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر یہود سے اپنے تحالف alliance کو ختم کرنے اور اللہ اور رسولؐ کی خاطر ان سے برأت و بیزاری کا اعلان کیا اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ میں اللہ اور رسولؐ کی خاطر ان کے ساتھ اپنے عہد سے دستبردار ہوا اور اللہ اور رسولؐ ہی کا حلیف اور مددگار رہوا۔ میں کفار کا حلیف اور رفیق ہونے سے بیزار ہوتا ہوں'' تب عبادہ بن الصامتؓ اور عبداللہ بن ابی کے معاملہ میں سورۃ المائدہ کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

(دیکھیے تفسیر طبری بسلسلہ سورۃ المائدۃ آیت ۵۱)

&&&&&

نویں بات جس سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے

کسی (شخص یا ادارے) کو
شریعتِ محمدؐ سے مستثنیٰ یا بالا جاننا

وہ شخص جو یہ اعتقاد رکھے کہ بعض افراد محمد ﷺ کی شریعت کی تابعداری سے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں جیسا کہ خضرؑ موسیٰؑ کی شریعت سے خروج کر لینے میں آزاد تھے، ایسا شخص بھی کافر ہے۔

شرح:

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِيُ الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ (آل عمران:۸۵)

''اس اسلام کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام ونامراد رہے گا''۔

زمین پہ بسنے والا ہر ذی ہوش خواہ وہ جن ہے یا انسان، محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کا مخاطب ہے اور اسی کا مکلّف۔ وہ کوئی حاکم ہے یا محکوم، امیر ہے یا غریب، صاحبِ کرامت ولی ہے یا کوئی عام انسان...... ایک ایک بات میں وہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کا مطیع اور فرمانبردار ہوکر رہنے کا پابند ہے۔ جو آدمی محمد ﷺ کی شریعت کو ہر کسی کیلئے واجب اطاعت نہیں مانتا، کافر ہوجاتا ہے۔ اب دیکھیے شریعت سے کسی کیلئے خروج یا استثنا کو کس کس انداز سے روا کیا جاتا ہے۔

بعض لوگوں نے شریعت اور طریقت کی اپنے تئیں کوئی خاص تقسیم کر رکھی ہے۔ شریعت ان کے خیال میں ان عام انسانوں کیلئے ہے جو ولایت کے خاص مرتبے کو نہیں پہنچ پاتے البتہ وہ 'خاص لوگ' جو 'معرفت' کی کسی 'خاص منزل' کو پہنچ جائیں ان کیلئے شریعت کی پیروی واجب نہیں رہتی بلکہ ان کے خیال میں وہ اس بات سے بے نیاز ہو جاتے ہیں کہ وہ قرآنی آیات اور نبوی احادیث میں اپنے لئے حلال وحرام اور فرائض ومحرمات کے احکام دیکھیں۔ چنانچہ اس عقیدہ کی رو سے شریعت کے احکامات ان لوگوں کیلئے ہیں ہی نہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے دائرۂ اسلام میں نہیں رہتے۔

بہت سے بدبخت اپنے دعوائے ولایت کے گھمنڈ میں یا لوگوں پر محض اپنی 'ولایت' کا رعب ڈالنے کیلئے نماز روزہ وغیرہ ایسی عبادات کے روادار نہیں ہوتے۔ مساجد میں جانا اور پانچ وقت عاجزی کے ساتھ پیر سے پیر ملا کر ابوبکرؓ و عمرؓ کی طرح کھڑے ہونا یہ اپنی شان کے منافی اور اپنے رتبہ سے فروتر سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کے کفر میں ذرہ بھر شک نہیں۔ کفر کے مرتکب صرف یہی نام نہاد ولی نہیں حتی کہ ان کے وہ عقیدت مند بھی جو خود بے شک پابند شریعت ہوں مگر کسی فقیر یا ولی یا کسی عارف کو اس مرتبہ پر سمجھیں اور اس کیلئے اس بات کی گنجائش پائیں کہ وہ محمد ﷺ کی شریعت کی ایک ایک بات کی اطاعت کا پابند نہیں رہا، کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ خدا کی شریعت جو کہ اس نے اپنے رسولؐ پر اتار رکھی ہے، کی پیروی کرنے سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں۔ یوں بھی اللہ کا ولی وہ شخص ہو ہی نہیں سکتا جو پرہیزگار اور شریعت کا پیروکار نہ ہو:

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُواْ

وَ كَانُوا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ (یونس:۶۳۔۶۴)

''سنو جو اللہ کے دوست ہیں ان کیلئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ (یعنی) وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا۔ دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں ان کیلئے بشارت ہی بشارت ہے''۔

چنانچہ وہ شخص جو شریعت کی پابندی سے اپنے تئیں بے نیاز سمجھتا ہے وہ ولی تو کیا مسلمان بھی نہیں۔ ولی تو ہو ہی وہ شخص سکتا ہے جو عام انسانوں سے بڑھ کر خدا کی شریعت کا پابند اور خدا سے ڈر کر اور پرہیز گار بن کر رہنے والا ہو۔ جیسا کہ اوپر کی اس آیت میں اولیاء اللہ کی تعریف کی گئی ہے: الَّذِيْنَ آمَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُون یعنی ولی وہ لوگ ہیں ''جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا''۔

چنانچہ 'طریقت' کا یہ تصور کہ کچھ خواص لوگ شریعت کی پابندی سے مستثنیٰ ہو جائیں ایک ایسا عقیدہ ہے جسے رکھ کر آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ خود صوفیا کے بہت سے طبقے ایسا عقیدہ رکھنے والے کو زندیق اور خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔

*****

جہاں تک خضرؑ کے موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے خروج کر لینے کی بات ہے اور جس کو کہ بعض زندیق اپنے تئیں بعض 'پہنچے ہوؤں' کیلئے محمد ﷺ کی شریعت سے خروج کر لینے کے جواز کی دلیل بناتے ہیں تو اس کی بابت شیخ عبدالعزیز الراجحی اپنی ''شرح نواقض الاسلام'' میں کہتے ہیں:

''محمد ﷺ کی شریعت تمام کے تمام جن وانس اور عرب وعجم کیلئے آئی ہے۔ اور پھر یہ کہ محمد ﷺ خاتم المرسلین ہیں تو آپ کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ اس شریعت نے آ کر سب کی سب شریعتیں منسوخ کر دی ہیں۔ محمد ﷺ سب جہانوں کیلئے

انذار کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں (لیکون للعالمین نذیراً) سب کے سب انسانوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں (و أرسلناک للناس رسولا وکفی باللہ شھیداً) (قل یأیھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً)......

ایک مشہور حدیث میں رسول اللہ ﷺ پہلے نبیوں کی نسبت اپنے پانچ امتیاز بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں وکان النبي یبعث الی قومه خاصة، وبعثت الی الناس عامة یعنی ''(مجھ سے پہلے) ایک نبی کو خاص اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا مگر میں عام انسانوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں''۔

چنانچہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ کسی انسان کیلئے محمد ﷺ کی شریعت سے خروج کر لینے کی گنجائش ہے اور یہ کہ وہ محمد ﷺ کی شریعت کے سوا کسی اور طریقے پر خدا کی بندگی کر لینے کا مجاز ہے، تو ایسا اعتقاد رکھنے والا شخص کافر ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ محمد ﷺ کی شریعت عام ہے۔ جن وانس، عرب وعجم سب کیلئے ہے۔ سب کی سب شریعتوں کو منسوخ کرنے آئی ہے۔ نبی ﷺ کی بعثت ہو جانے کے بعد کرۂ ارض پر پایا جانے والا ہر شخص اس کا پابند ہے۔ برخلاف موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے جو کہ سب کیلئے نہیں بلکہ خاص بنی اسرائیل کیلئے آئی تھی۔

خضرؑ بنی اسرائیل سے نہ تھے۔ پس خضرؑ کیلئے گنجائش تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی بجائے خدا کی اتاری ہوئی کسی اور شریعت کی پابندی کریں۔

علاوہ ازیں، اہل علم کے صحیح تر قول کی رو سے خضرؑ بذات خود نبی تھے جن پر وحی اترتی تھی۔ یہ بات ازروئے قرآن ثابت ہے کہ خضرؑ نے جو کیا وہ ان کی اپنی جانب سے نہ تھا (بلکہ یہ خدا کی جانب سے تھا)، فرمایا: وما فعلته عن أمري (الکہف:۸۲) ''میں نے کچھ اپنے اختیار سے نہیں کر دیا ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خضرؑ سے علم سیکھنے کیلئے رخت سفر

باندھا تھا۔ حدیث میں آتا ہے کہ خضرؑ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

يا موسى اني على علم من علم الله لا تعلمه أنت، وأنت على علم من علم الله علمكه الله لا أعلمه (رواه البخاری عن ابی بن کعب)

''موسیٰ! خدا کا دیا ہوا کچھ علم میرے پاس ہے جو خدا نے مجھے عطا فرمایا اور تم اس سے لاعلم ہو اور خدا کا دیا ہوا کچھ علم تمہارے پاس ہے جو خدا نے تمہیں عطا کیا ہے اور میں اس سے لاعلم ہوں''۔

*****

علاوہ ازیں نظامِ حکم میں بھی کسی کیلئے نبی ﷺ کی شریعت سے خروج روا کر لینے والا شخص اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

کسی ایوان کا یہ حق تسلیم کرنا کہ وہ اکثریت کے ووٹ کی بنیاد پر، اور شریعت کا پابند ہوئے بغیر، انسانوں کیلئے زندگی کا کوئی ضابطہ بنا سکتا ہے اور یہ کہ کسی مخلوق کے پاس کئے ہوئے خلافِ شریعت ضابطہ کو قانون کا تقدس حاصل رہ سکتا ہے، ایک کھلا کھلا کفر ہے۔

سیکولرزم پر مبنی یہ عقیدہ کہ کسی معاملہ میں پارلیمنٹ شریعت کو پاس کرے تب نہ کرے تب، ہر صورت میں پارلیمنٹ سے صادر ہونے والی چیز ہی واجب اتباع قانون ہے، صریحاً ایک کفریہ نظریہ ہے۔ بنیادی طور پر یہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت سے خروج کو جواز دینا ہے۔ اس کو درست ماننے والا آدمی بھی زندیق اور خارج از اسلام ہے۔

نبیؐ کی شریعت سے خروج روا رکھ کر آدمی مسلمان کیسا؟؟

&&&&&

دسویں بات جس سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے

دین کو
کوئی ذرہ بھر توجہ نہ دینا

اسلام سے خارج کردینے والی دسویں بات یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے دین سے بالکل ہی اعراض کئے بیٹھا ہو، نہ اس کا علم لیتا ہو اور نہ اس پر عمل کرتا ہو۔

اس کی دلیل بھی قرآن سے ملتی ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ (السجدۃ:۲۲)

"اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعے سے نصیحت کی جائے اور پھر وہ ان سے منہ پھیر لے ایسے مجرموں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے"۔

شرح:

لوگوں کی ایک کثیر تعداد نواقضِ اسلام کے اس پہلو کی زد میں آجاتی ہے۔
آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ کفر اکبر (كُفْرٌ مُخْرِجٌ مِنَ الْمِلَّةِ) کی

پانچ صورتوں میں سے ایک صورت ''کفرِ اعراض'' ہے۔یعنی آدمی کا دین کو کسی توجہ اور التفات کے لائق ہی نہ جاننا۔

یہ ایک ایسا آدمی ہے جس کو دین سے دور نزدیک کا کوئی واسطہ ہی نہیں۔خدا نے کوئی کتاب اتاری ہے یا نہیں،کوئی رسول بھیجا یا نہیں،کوئی چیز حلال ٹھہرائی ہے یا حرام،سب اس کی بلا سے۔رسولؐ کی آوردہ شریعت اس کی توجہ کبھی لمحہ بھر کیلئے بھی نہیں لے سکی۔یہ طرزِ عمل بنیادی طور پر کفر ہے،اور آدمی کو،بے شک وہ کلمہ گو کہلاتا ہو،اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

دراصل یہ محض ایک رویہ اور طرزِ عمل ہی نہیں۔گو بطور رویہ و طرزِ عمل بھی یہ کفر ہی ہے۔مگر موجودہ دور میں تو یہ ایک باقاعدہ نظریہ حیات بھی بن گیا ہے جو کہ دین اسلام سے صاف طور پر متصادم ہے۔

اسی لئے علماء اسلام کہتے ہیں:کوئی شخص اگر اللہ کی ہرگز بندگی نہیں کرتا تو شیطان کی بندگی تو وہ لازماً ہی کرتا ہے۔ایسا کوئی شخص دنیا میں ہے ہی نہیں جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ وہ کسی بھی چیز کی بندگی نہیں کرتا۔کوئی شخص ایسا ہو ہی نہیں سکتا جس کے بارے میں تصور کیا جائے کہ اس کا کوئی دین ہی نہیں۔کسی شخص کا معبود اگر واضح طور پر خدا نہیں تو شیطان ہے۔کسی شخص کا دین اور طرزِ حیات اگر اسلام نہیں تو پھر خود بخود کفر ہے۔

بنابریں کسی شخص کی بے دینی اگر اس درجہ کو پہنچتی ہو کہ نہ وہ دین کا کبھی ذرہ بھر علم لے نہ دین کی کسی بات پر عمل کا کبھی زندگی بھر اسے خیال آئے اور نہ وہ زندگی کے معاملات میں رسولؐ سے ہدایت لینے کی کبھی ذرہ بھر ضرورت جانے ......تو ایسا شخص نواقضِ اسلام کا مرتکب ہے،یعنی دائرۂ اسلام سے خارج۔

کفر صرف یہی نہیں کہ آدمی کہے میں رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے پیغام کو یا اس کی کسی بات کو 'نہیں مانتا' یا یہ کہ آدمی عملاً اسلام کے خلاف آمادۂ جنگ ہو۔ رسولؐ کے لائے ہوئے پیغام کو 'رد کرنا' ہی کفر نہیں اس پر 'ایمان نہ لانا' اور اس کو 'قبول نہ کرنا' بھی کفر ہے۔ اللہ کے ہاں سے رسول پر جو اترا آدمی باقاعدہ انداز سے اس پر ایمان نہیں رکھتا، اس کو دل وزبان سے قبول نہیں کرتا تو مسلمان نہیں۔

عن أبی هريرة رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ أنه قال:

"والذي نفس محمد بيده لا يسمع بی أحد من هذه الأمة يهودي ولا نصراني ثم يموت ولم يؤمن بالذي أرسلت به إلا كان من أصحاب النار" (صحیح مسلم ومسند أحمد)

''ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اس دور کے لوگوں میں سے جو یہودی یا عیسائی بھی ایسا ہو جس نے میرا سن رکھا ہو پھر وہ اس چیز کے ساتھ جسے لے کر میں مبعوث ہوا ہوں ایمان نہ لایا ہو اور اسی حال میں مر گیا ہو لازماً وہ دوزخیوں میں سے ہوگا''۔

چنانچہ آدمی سے صرف یہ مطلوب نہیں کہ رسول ﷺ جس چیز کے ساتھ مبعوث ہوا بس وہ اس کو 'رد نہ کرتا' ہو بلکہ اس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ رسول ﷺ جس چیز کے ساتھ مبعوث ہوا وہ اس پر 'ایمان لے کر آئے'۔ ان دونوں باتوں کے بغیر آدمی مسلمان نہیں۔

آدمی کا بکثرت گناہ کر لینا، حتیٰ کہ کبائر کا مرتکب ہونا اور دین کے بہت سے فرائض کا تارک ہونا اور بات ہے اور ایسا آدمی تو صرف فاسق کہلائے گا مگر یہ کہ

آدمی نے دین کو زندگی بھر کبھی توجہ کے لائق ہی نہ جانا ہو اور رسولؐ کی کسی بات، کسی حکم اور کسی ارشاد کی جانب ذرہ بھر التفات کا کبھی روادار نہ ہوا ہو...... آسمانی شرائع کا آنا نہ آنا اس کیلئے ایک برابر ہو تو ایسا آدمی محض فاسق نہیں بلکہ دین اسلام سے خارج ہے۔

اس دسویں ناقضِ اسلام کی شرح میں شیخ عبدالعزیز بن مرزوق الطریفی اپنے رسالہ **الإعلام بشرح نواقض الاسلام** میں لکھتے ہیں:

''نواقض اسلام کی یہ (دسویں) قسم جس سے کہ آدمی کا کلمہ گو ہونا کالعدم ہو جاتا ہے...... نواقض اسلام کی اس حالت سے چھٹکارا پانے کیلئے یہ کافی نہیں کہ آدمی دین کا یا نیکی کا بس 'کوئی سا' بھی کام کر لے یا یہ کہ شعبہ ہائے ایمان میں سے 'کسی نہ کسی' بات کا قائل یا فاعل ہو۔ دین یا نیکی کا اگر کوئی ایسا کام ہے جو کافر بھی کر لیتے ہوں اور مسلمان بھی کرتے ہوں تو ایسے کام کے کر لینے سے آدمی کفرِ اعراض سے باہر نہیں آتا۔ مثلاً پڑوسی کے ساتھ نیک سلوک کر لینا، مہمان کا اکرام، راستے سے کوئی رکاوٹ یا اذیت دور کر دینا، کسی کو دکھ پہنچانے سے پرہیز کر لینا، والدین کے ساتھ نیکی کر لینا یا امانت میں خیانت نہ کرنا۔

آدمی سے کفرِ اعراض کی یہ صورت اسی وقت دور ہوگی اور وہ اس سے اسی وقت نجات پائے گا جب وہ فرائضِ دین میں سے کوئی ایسا فرض ادا کرنے لگے جو خاص شریعت اسلام ہی کا امتیاز ہے اور جسے کہ رسول اللہ ﷺ بطور خاص لے کر معبوث ہوئے ہیں۔ مثلاً نماز، زکات، روزہ اور حج وغیرہ۔ ہاں جب وہ اسلام کے ان فرائض میں سے کسی فرض کا التزام

کرے اور ایمان اور احتساب کی نیت کے ساتھ اس کی ادائیگی کرنے لگے تب جا کر وہ اس اعراض کی حالت سے باہر آتا ہے جسے کہ نواقض اسلام میں شمار کیا جاتا ہے۔

(ملاحظہ فرمایئے الاعلام بشرح نواقض الاسلام ص ۴۶)

اس کے بعد وہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

''دین کے وہ فرائض جو خاص محمد ﷺ کے ذریعے فرض ٹھہرائے گئے ہیں، آدمی خاص ان فرائض میں سے کوئی ایک بھی فرض ادا نہیں کرتا تو وہ اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھنے والا شمار نہیں ہوتا''۔

(فتاوی ابن تیمیہ جلد ۷ ص ۶۲۱)

&&&&&

فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ

(آخر میں شیخ محمد التمیمیؒ فرماتے ہیں):

واضح رہے کہ یہ باتیں جن سے آدمی کفر کا مرتکب ہوتا ہے (نواقضِ اسلام) چاہے ہنسی مذاق میں انسان سے سرزد ہوں یا سنجیدگی سے اور چاہے کسی کے خوف سے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور آدمی کافر ہی رہتا ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ کوئی آدمی اکراہ کی حد تک مجبور کیا جائے تو تب وہ (کفر کی فردِ جرم سے) مستثنیٰ ہو جاتا ہے لہٰذا یہ سب امور (نواقض اسلام) حد درجہ خطرناک ہیں اور یہی امور کثرت سے واقع بھی ہوتے ہیں۔ پس ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان سے حد درجہ ہی بچے اور ان میں گرفتار ہو جانے سے ڈرتا رہے۔

ان سب باتوں سے اللہ کی پناہ جن سے انسان اللہ کے غضب کا مستحق اور دردناک عذاب کا شکار ہو جاتا ہو۔

&&&&&

مسئلۂ تکفیر سے متعلق کچھ ضروری توضیحات

حکم، ظاہر پر لگایا جاتا ہے نہ کہ پوشیدہ امور پر

یہ "اطلاق" واضح ہو جانا چاہیے کہ "اصولِ اہلسنت کی رو سے حکم صرف ظاہر پر لگتا ہے"......

فقہائے اسلام کے ہاں یہ قاعدہ بیان ہوتا ہے:

لَنَا الْحُكْمُ عَلَى الظَّاهِرِ، وَرَبُّنَا يَتَوَلّٰى السَّرَائِرَ

یعنی: ہمارا کام ہے کہ ظاہر پر حکم لگائیں۔ رہ گئے وہ امور جو ہم پر پوشیدہ ہیں، تو اُن کا فیصلہ کرنا ہمارے پروردگار کا کام ہے۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک سریہ میں بھیجا۔ صبح سویرے ہم نے قبیلہ جہینہ کے ایک گوت "حرقات" پر چڑھائی کر دی۔ میں نے (اُن میں سے) ایک آدمی کو جا لیا، تو اُس نے بول دیا: "نہیں کوئی عبادت کے لائق، مگر اللہ"۔ میں نے نیزہ مار کر (اُس کا کام تمام کر دیا)۔ میرے نفس میں اِس سے خلجان پیدا ہوا تو میں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا، اُس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور تم نے اُسے قتل کر ڈالا؟" اسامہؓ کہتے ہیں: میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ! اُس نے ہتھیار کے ڈر سے یہ الفاظ کہہ دیے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتّٰى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا "تو تم نے اُس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا

کہ یہ کلمہ اُس نے (دل سے) کہا تھا یا نہیں؟'' اسامہؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ اپنے یہ الفاظ دہراتے ہی جا رہے تھے، یہاں تک کہ میرا دل چاہا کہ کاش میں آج ہی ایمان لایا ہوتا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد أن قال لا الہ الا اللہ)

یہ اور اِسی طرح کے اَن گنت شرعی دلائل کی بنیاد پر علمائے اہل سنت کے ہاں یہ ایک قطعی قاعدہ ہے کہ حکم صرف اُس چیز پر لگایا جائے گا جو ایک آدمی سے ظاہر ہو۔ رہ گیا دلوں کا معاملہ اور وہ امور جو ہم پر ظاہر نہیں، تو یہ مسئلہ اللہ کے سپرد کر رکھا جائے گا اور ہرگز ہرگز اپنے ہاتھ میں نہ لیا جائے گا۔ کوئی شخص کتنا بڑا نفاق اپنے اندر چھپائے بیٹھا ہے، یہ دیکھنا اور اِس کا فیصلہ کرنا اللہ رب العزت کا کام ہے۔

یہ بات بالکل حق ہے۔ دلوں کو ٹٹولنا یا کسی شخص کے باطن کے پیچھے جانا انسانوں کا اختیار ہے اور نہ انسان اس بات کے مجاز۔ مگر اس حوالے سے یہ بات سمجھ لی جانا ضروری ہے کہ ''ظاہر'' ہم کہتے کسے ہیں؟ کسی کا لا الہ الا اللہ پڑھنا ''ظاہر'' ہے۔ ہم اسی پر حکم لگانے کے پابند ہیں۔ پس ایک کلمہ گو کو مسلمان ماننا ہم پر لازم ہے۔ البتہ جس طرح کسی کا کلمہ پڑھنا ایک ''ظاہر'' ہے جس پر ہم انسان حکم لگاتے ہیں...... بعینہٖ اسی طرح کسی کا نواقضِ اسلام کا مرتکب ہونا بھی ایک ''ظاہر'' ہے جس پر ہم انسان حکم لگا سکتے ہیں۔ مثلاً کسی کا شرک کرنا، جادو کے اعمال کرنا، رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر کسی اور حکم یا قانون کو ترجیح دینا۔ ایسے افعال کی بنا پر کسی شخص پہ حکم لگانا دراصل ''ظاہر'' پر ہی حکم لگانا ہے۔

چنانچہ واجب ہوگا کہ ہر ''کلمہ گو'' کو مسلمان سمجھتے ہوئے اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ رکھا جائے اور جب تک اسلام سے خارج کر دینے والا کوئی قول یا

عمل واضح اور ظاہر طور پر اس سے سرزد نہ ہو، کسی ظن اور قیاس آرائی کی بنا پر اسے کافر نہ کہا جائے۔ کیونکہ ایسی صورت میں کفر کا فتویٰ خود لگانے والے پر پلٹ آئے گا۔ مسلمان بھائی کو کافر کہنے کی ممانعت والی حدیث کا مصداق وہی آدمی ہوسکتا ہے جو نواقض اسلام کا واضح طور پر مرتکب نہ ہو۔ البتہ جب کسی نے نواقضِ اسلام ہی کا ارتکاب کرلیا تو پھر 'مسلمان بھائی کو کافر کہنے سے ممانعت' والی حدیث کے حوالے دیے جانا چہ معنیٰ دارد؟! ورنہ فقہ اسلامی میں مرتد کا باب سرے سے نہ ہوتا کیونکہ ہر آدمی جانتا ہے ارتداد کا حکم غیر کلمہ گو پر نہیں کلمہ گو پر ہی لگتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس صورت میں جو بات احتیاط کی ہوسکتی ہے وہ دو چیزیں ہیں:

۱) اس بات کو یقینی بنانا کہ شخص متعلقہ کی بابت **موانعِ تکفیر** تو نہیں پائے جاتے، مثلاً:

- آدمی کا اپنے فعل کی بابت لاعلم ہونا، یا
- کوئی ایسی تاویل رکھنا جس سے اس پر کفر کا حکم ٹل سکے،
- یا پھر کسی اکراہ (زبردستی) کے زیرِ اثر ہونا۔

۲) اس بات کو یقینی بنانا کہ کسی شخص کو، چاہے وہ نواقضِ اسلام کا مرتکب ہو، کافر قرار دیئے جانے کا فتوی معتبر اہلِ علم کے ہاں سے ہی صادر ہو نہ کہ فتوی صادر کرنے کا کام عام لوگ کرنے لگیں۔

یہ دو باتیں چونکہ حد درجہ اہم ہیں، لہٰذا آپ انہیں ہمارے ہاں بکثرت پائیں گے۔

*****

نواقض اسلام کو جاننا ہر کسی کیلئے ضروری ہے

البتہ لوگوں کو کافر قرار دینا عام آدمی کا منصب نہیں:

ہمارے ہاں ایک انتہا یہ ہے کہ کسی بہت ہی ناکافی بنیاد پر اور کوئی بھی شرعی علم رکھے بغیر آدمی دوسرے پر کفر کا یا شرک کا فتویٰ لگائے۔ یہ انتہا بھی ہمارے ہاں بہت پائی جاتی ہے۔

دوسری انتہا یہ ہے کہ خواہ کوئی لاکھ انداز میں اللہ رب العالمین کے ساتھ واضح ترین انداز میں شرک کرے اور نواقض اسلام کا کھلا کھلا ارتکاب کرے اول تو اس پر اسے ٹوکنے اور خدا کی پکڑ سے ڈرانے اور شرک سے روکنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی جائے۔ اور اگر کوئی دوسرا یہ فرض انجام دے تو اس کو بھی خوامخواہ کا تشدد سمجھا جائے۔ پھر اگر کسی پر اس کا شرک پوری طرح واضح کر دیا گیا ہو اور اس کو علم کی بنیاد پر خدا سے ڈرا لیا گیا ہو مگر وہ اپنے اس شرک یا اس کفریہ رویے پر ہی پوری طرح مصر ہو تو بھی نہ صرف اس کو مسلمان ہی سمجھا جائے بلکہ موحد اہل علم کی جانب سے اس کی تکفیر کی جانے کو بلکہ نواقضِ اسلام کے کھلم کھلا ارتکاب پر تکفیر کا سوال ہی اٹھ کھڑا ہو جانے کو 'خارجیت' باور کیا جائے! یہ دوسری انتہا بھی ہمارے معاشرے میں خاصی زیادہ پائی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے جو ہم نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص کو خواہ جتنا مرضی وہ خدا کے ساتھ شرک اور اس کے خلاف بغاوت کر لے ہر حال میں مسلمان ہی شمار ہونا ہے تو فقہ اسلامی میں مرتد کا باب سرے سے ہوتا ہی کیوں؟ کیا مرتد کا حکم فقہ اسلامی میں 'غیر کلمہ گو' پر لگایا جاتا ہے!؟

اِس سلسلہ میں چند امور واضح ہو جانے چاہئیں:

نواقض اسلام سے خبر دار ہونا اور خبر دار کرنا تو ہر کسی کا کام ہے۔ اس کی سنگینی سے ہر شخص کو واقف ہونا چاہیے۔ نواقض اسلام جب ان باتوں کو کہتے ہیں جو آدمی کو دین سے خارج کر دیں تو پھر ان سے بچنے اور بچانے کا کام ہر کسی کو کرنا ہے۔ عوام الناس میں نواقض اسلام کا علم عام کرنے سے بنیادی طور پر ہماری یہی غرض ہونی چاہیے کہ لوگ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کی اسیری سے خود بچیں اور مل کر ایک دوسرے کو بچائیں۔

لہٰذا سب سے پہلے تو نواقض اسلام کا جاننا ہر شخص کے اپنے فائدے کیلئے ہے پھر اس کے ساتھ ساتھ جہاں تک ہو سکے وہ اوروں کو نواقضِ اسلام کی بابت اِنذار و خبر دار کرے۔ آدمی کسی کو جہنم میں پڑنے سے بچا سکتا ہو تو اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرے۔ ایک کم علم سے کم علم آدمی بھی مسلم معاشرے کے اندر ایک کفریہ قول یا کفریہ رویے کو کفر ہی پکارے گا۔

نواقض اسلام سے خود بچنا اور دوسروں کو بچانا ...... یہ دو باتیں تو ہر کسی کیلئے ہیں خواہ کوئی عامی ہے یا عالم۔

البتہ ایک تیسری بات ہے اور اس کا تعلق عوام الناس سے نہیں۔ یہ صرف اہل علم کا شعبہ ہے۔ اسی کی طرف ابھی اوپر اشارہ ہوا ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص نواقض اسلام میں سے کسی ایک کا مرتکب ہو رہا ہے تو اس کی بابت کب یہ فیصلہ کیا جائے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا ہے؟ ہاں یہ فیصلہ بہر حال عوام الناس کے کرنے کا نہیں نہ تو کسی گروہ کے بارے میں اور نہ کسی فرد کے بارے میں۔ اس کا فیصلہ وہی لوگ کریں گے جو علم اور فقہ پر دسترس رکھتے ہوں۔ ہاں

عوام الناس کا اس تیسری بات سے اس حد تک تعلق ضرور ہے کہ اہل علم ایک بار جب کسی شخص یا گروہ پر کوئی حکم لگا دیں تو پھر ضرور وہ بھی (یعنی عوام بھی) اس پر وہ حکم لگائیں، اسی کو معاشرے کے اندر نشر کریں اور اسی پر معاشرے کو مجتمع و یک آواز کرنے کی کوشش۔

تکفیر میں مصالح اور مفاسد کا اعتبار ضروری ہے
موانعِ تکفیر زائل ہو گئے ہیں
تو بھی آپ تکفیر کرنے کے پابند نہیں

ہمارے کچھ جذباتی نوجوان بالعموم یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ: چلیں مان لیا یہ تین یا پانچ چیزیں موانع تکفیر ہیں (یعنی آدمی کی تکفیر کرنے میں مانع ہیں): لاعلمی، تاویل، اِکراہ، خطا اور نسیان......تو اب اگر ہم کسی کفریہ فعل میں ملوث شخص کی بابت یہ دیکھ لیتے ہیں کہ نہ تو وہ لاعلم ہے، نہ اُس کے ہاں کوئی ایسی تاویل پائی جاتی ہے جو اُس پر وہ حکم لگانے میں مانع ہوتی ہو، نہ اُس پر وہ کفریہ فعل کروانے کیلئے کسی نے بندوق تان رکھی ہے کہ ہم کہیں وہ کسی اِکراہ کا شکار ہے، نہ وہ خطا (یعنی بغیر قصد) وہ کام کر رہا ہے (بلکہ جانتے بوجھتے ہوئے اور بقائمی ہوش وحواس اُس حرکت کا مرتکب ہو رہا ہے)، اور پھر نہ ہی وہ کسی نسیان کا شکار ہے......یعنی موانع تکفیر میں سے کوئی ایک بھی مانع اُس شخص کے حق میں نہیں پایا جاتا تو آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اُس شخص کو کافر نہ کہیں؟ یہ نوجوان کسی وقت یہ سوال بھی اٹھاتے ہیں کہ علماء نے ایسے کسی شخص کو کافر کیوں نہیں کہا؟!

بلاشبہ کسی وقت ہوسکتا ہے کوئی شخص نواقضِ اسلام کا مرتکب بھی ہو اور اس کے حق میں موانعِ تکفیر (یعنی لاعلمی، خطا، تاویل یا اکراہ وغیرہ) بھی نہ پائے جاتے ہوں...... یعنی اصولاً وہ پوری طرح تکفیر کا مستحق ہو، پھر بھی، کسی شرعی مصلحت کے پیشِ نظر یا دفعِ مفسدت کو مدنظر رکھتے ہوئے، اہل علم اس کی تکفیر کے معاملہ میں توقف کئے رکھیں، یعنی اس پر ارتداد کے احکام لاگو نہ کریں اور معاشرے کے اندر ایک مسلمان سمجھا جانے کا اسٹیٹس کسی خاص وقت تک اس سے پھر بھی سلب نہ کریں۔

جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں عقیدہ کے استاد اور ایک ممتاز عالم شیخ احمد آل عبداللطیف اس کی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''نبوی معاشرے کے اندر منافقین کے کفریہ افعال عمومی طور پر چھپے رہتے تھے، یہ درست ہے، مگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ چند خاص منافقین کے کفریہ افعال ریکارڈ پر بھی آ گئے تھے۔ منافقین میں سے چند متعین لوگوں کا نواقضِ اسلام کا مرتکب ہونا ان کے باطن تک محدود نہ رہ گیا تھا کہ جس کا مؤاخذہ صرف اللہ عالم الغیب کی ذات ہی قیامت کے روز جا کر کرے گی، بلکہ ان کے ارتکابِ کفر پر صاف بین شواہد پائے گئے تھے، یہاں تک کہ ان کے ارتکابِ کفر کا پول کھولنے والے صحابہؓ کی گواہی کی تائید میں آیاتِ وحی اتری تھیں۔ مثلاً:

– آیت ''لاَ تَعْتَذِرُواْ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ'' یعنی ''عذرات مت تراشو، یقیناً تم ایمان لے آنے کے بعد کفر کر چکے ہو'' (التوبۃ: ٦٦) خاص متعین لوگوں کی بابت اتری تھی۔

– "وَلَقَدْ قَالُواْ كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُواْ بَعْدَ إِسْلاَمِهِمْ" یعنی "یقیناً یہ کفر کی بات بک چکے ہیں اور اپنے اسلام لے آنے کے بعد کفر کر چکے ہیں" (التوبۃ:۷۴) بھی کچھ خاص لوگوں کی بابت اتری تھی جن کا کفر طشت از بام ہو گیا تھا۔

– "وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُؤُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ" یعنی "جب ان سے کہا جائے آؤ، اللہ کا رسولؐ تمہارے لئے استغفار کر دے، تو وہ (گھمنڈ سے) اپنے سر موڑ لیں اور تم دیکھو کہ وہ باز رہتے ہیں اس حال میں کہ وہ تکبر کر رہے ہوتے ہیں" (المنافقون:۵)، نیز "هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا عَلَى مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنفَضُّوا" یعنی "یہی ہیں جو کہتے ہیں مت خرچ کرو ان لوگوں پر جو رسول اللہؐ کے پاس ہیں یہاں تک کہ یہ (آپؐ کے گرد سے) چھٹ جائیں" (المنافقون:۷)، علاوہ ازیں "يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ" یعنی "کہتے ہیں، یقیناً اگر ہم مدینہ واپس گئے تو جو زیادہ عزت دار ہوگا وہ ذلت دار کو وہاں سے نکال باہر کرے گا" (المنافقون:۸)......

یہ سب، متعین لوگوں کے معاملہ میں پیش آیا۔ یوں مستند روایات میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں کہ مدینہ کے اندر کچھ کلمہ گو لوگوں کا مرتکبِ کفر ہونا "باطن" کے دائرہ سے نکل کر "ظاہر" کے دائرہ میں آتا تھا، جبکہ ہم جانتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے کچھ خاص مصالح کے پیش نظر، ان کا کفر واضح اور معاشرتی سطح پر ان کے قابل مؤاخذہ ہونے کے باوجود، ان لوگوں پر ارتداد کے احکام لاگو نہیں کئے"۔

اِس کے رد میں بعض لوگوں کی جانب سے اگر یہ کہا جائے کہ یہ باتیں نبی ﷺ کو وحی کے ذریعے بتائی گئی تھیں، جبکہ دنیوی احکام لاگو کرنے کیلئے معلومات کے انسانی ذرائع ضروری ہیں، اس لئے نبی ﷺ نے اُن لوگوں کی تکفیر نہ کی تھی۔ یا وہ یہ کہیں کہ منافقین کا اِس بات سے مکرنا کہ انہوں نے ایسی حرکات کی تھیں یا اس پر ایک طرح کا معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنا اِس بات پر دلیل ہوئی کہ وہ اپنے اُس کفریہ فعل پر قائم بہرحال نہ رہے تھے لہٰذا اس کو ایک طرح کا ظاہری رجوع باور کرتے ہوئے اُن کی تکفیر سے اجتناب برتا گیا......

تو ان شبہات کے جواب میں ہم کہیں گے کہ کئی ایک باتیں ایسی بھی ریکارڈ پر ہیں کہ کسی منافق نے کھلم کھلا ایک کفریہ قول یا رویہ ظاہر کیا (اور اُس کو جاننے کیلئے وحی واحد ذریعہ نہ رہا)۔ نیز اپنے اُس کفریہ قول یا رویہ پر اُس کا کوئی معذرت خواہانہ رویہ بھی ہرگز ریکارڈ پر نہیں۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری میں عبداللہ بن اُبی کا یہ رویہ کہ: جب رسول اللہ ﷺ ایک گدھے پر سوار عبداللہ بن اُبی کے پاس پہنچے تو وہ بے لحاظ بکنے لگا: إلَیْکَ عَنِّیْ، وَاللّٰهِ لَقَدْ آذَانِيْ نَتْنُ حِمَارِکَ "پرے ہٹو، واللہ تمہارے گدھے کی سڑاند میرے ناک میں دم کر رہی ہے"۔ تب انصارؓ میں سے ایک صحابیؓ سے نہ رہا گیا اور وہ عبداللہ بن اُبی کو مخاطب کر کے بولا: وَاللّٰهِ لَحِمَارُ رَسُولِ اللّٰهِ أَطْیَبُ رِیْحاً مِنْکَ "واللہ! رسول اللہ ﷺ کا گدھا بو میں تم سے کہیں بہتر ہے"۔ تب عبداللہ بن اُبی کے قبیلے کا ایک آدمی عبداللہ بن اُبی کیلئے طیش میں آیا اور اُس انصاریؓ کو گالیاں بکنے لگا۔ اِس پر ہر دو کے قبیلے کے لوگ اپنے اپنے آدمی کیلئے بھڑک اٹھے اور دونوں گروہوں کے مابین کھجور کی چھڑیوں،

ہاتھوں اور جوتوں سے مار پیٹ ہونے لگی۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب ما جاء فی الإصلاح بین الناس إذا تفاسدوا)

غرض بعض افراد سے اِس قسم کے کفریہ افعال اور رویے کھلم کھلا سرزد ہونے کے باوجود ___ بعض شرعی مصالح کے پیشِ نظر ___ اُن لوگوں کی تکفیر سے احتراز برتا گیا اور دنیوی امور میں اُن کا حکم ایک مسلمان کا سا رکھا گیا۔ یہاں تک کہ ایک علیحدہ نص کے ذریعہ سے جب تک اُن کی نمازِ جنازہ سے نہ روک دیا گیا، آپؐ نے اُن کا جنازہ پڑھنا تک موقوف نہ کیا۔

مقصد یہ کہ کسی شخص کے حق میں موانع تکفیر اگر زائل بھی ہو گئے ہوں، لیکن کچھ مصالح اہل علم کی نظر میں ایسے ہوں جو اُس کی تکفیر کی بابت سکوت کا تقاضا کریں، یا اُس کی تکفیر کرنے کی صورت میں وہ کچھ مفاسد اٹھ کھڑے ہونے کا اندیشہ محسوس کریں، تو اس صورت میں تکفیر سے احتراز کر رکھنا اُن کے حق میں ایک جائز وشرعی رویہ ہوگا۔ عام لوگوں کو بہرحال اہل علم ہی کے پیچھے چلنا ہے۔

پس اگر کسی وقت شرعی اتھارٹی (جو کہ آج اس وقت علماء ہیں) کسی شخص یا گروہ پر نواقض اسلام کے ارتکاب کے باوجود اس کو معین کر کے تکفیر کا حکم عائد کرنے سے محترز رہتے ہیں یا اس کے معاملہ میں، بوجوہ، صرفِ نظر کر رکھتے ہیں، جس کی بنیاد کوئی خاص حفظِ مصالح یا دفعِ مفاسد ہو، جبکہ ان مصالح اور مفاسد کا موازنہ بھی ظاہر ہے اہل علم ہی کر سکتے ہیں، تو یہ بات شرعاً غلط نہیں۔

*****

یہ سب امور دین کے داعی طبقوں پر واضح ہو جائیں اور ان کی پابندی ہونے لگے تو افراط اور تفریط کے بہت سے مظاہر ختم یا کم ہو سکیں گے۔ لوگ نواقض

اسلام کا مطلب 'فتویٰ لگانا یا نہ لگانا' لیتے ہیں۔ اس غلط فہمی میں دونوں طبقے شریک ہیں وہ بھی جو نواقض اسلام کے موضوع کو اہمیت اور توجہ دینے میں غلو سے کام لیتے ہیں اور وہ بھی جو نواقض اسلام کے موضوع کو سرے سے توجہ نہیں دیتے۔ چنانچہ دونوں کے مابین اصل جھگڑا اور اصل مسئلہ 'فتوی لگانا یا نہ لگانا' بن جاتا ہے۔ رہا اصل کام یعنی اسلام اور کفر کی حدوں کا علم عام کرنا اور مخلوق کو ان سے خبردار کرنا اور معاشرے کے اندر مسلسل اِنذار کا فریضہ سر انجام دینا، تو وہ دونوں نہیں کرتے، الا ماشاءاللہ...... کیونکہ دونوں کا موضوع لوگوں پر حکم لگانا یا نہ لگانا ہو جاتا ہے۔

اصل کام یہ ہے کہ نواقض اسلام سے ڈرانے اور خبردار کرنے کا کام دین کے داعی سب طبقے کریں۔ کوئی بھی دیندار ہو وہ اپنے گرد نواقض اسلام کا ارتکاب ہوتا دیکھے تو اس پر اپنے آپ کو چیلنج ہوتا ہوا پائے اور ان کو ختم کرنے پر اپنی پوری توانائی صرف کر دے۔

مراد یہ ہے کہ نواقض اسلام کی سنگینی کو دعوت کا ایک موضوع بنانا 'فتوے لگائے بغیر بھی ممکن ہے اور ہماری اس تحریر کی دراصل یہی غایت ہے۔

&&&&&

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ

مطبوعاتِ ایقاظ

روزِ غضب زوالِ اسرائیل پر انبیاء کی بشارتیں، توراتی صحیفوں کی اپنی شہادت	ڈاکٹر سفر الحوالی
روبہ زوال امیریکن ایمپائر عالم اسلام پر حالیہ صلیبی یورش کے پسِ منظر میں	حامد کمال الدین
مسجدِ اقصیٰ، ڈیڑھ ارب مسلمانوں کا مسئلہ (کتاب و آڈیو)	حامد کمال الدین
مسلم ہستی کا احیاء	حامد کمال الدین
دعوت کا منہج کیا ہو؟	محمد قطب
ایمان کا سبق	حامد کمال الدین
شروط لا الہ الا اللہ	حامد کمال الدین
نواقضِ اسلام	حامد کمال الدین
توحید کے تین اساسی محور	حامد کمال الدین
موحد تحریک	حامد کمال الدین
آپ کے فہم دین کا مصدر کیا ہے؟	حامد کمال الدین
اہل کتاب سے برأت	ڈاکٹر سفر الحوالی
صیام اور بندگی کے معانی (کتاب و آڈیو)	حامد کمال الدین
یہ گرد نہیں بیٹھے گی!	حامد کمال الدین
یہ وہی انگریزی نظام ہے، مگر اب یہ 'اسلامی' بھی ہے!	حامد کمال الدین

کتب خانوں، یا ہم سے بذریعہ وی پی طلب فرمایئے، انٹرنٹ پر بھی دستیاب www.eeqaz.com, www.eeqaz.org

ایقاظ کے مضامین پھیلائیے، البتہ

فوٹو سٹیٹ کرانے کی ضرورت نہیں!

ہم اپنے اُن قارئین کے ممنون ہیں جنھوں نے ایقاظ کے بعض گزشتہ مضامین یہاں کے فکری حلقوں تک زیادہ سے زیادہ پہنچانے میں دلچسپی ظاہر فرمائی ہے۔

اِس بات کے پیشِ نظر کہ مضامین کو فوٹو سٹیٹ کر کے تقسیم کرنا مہنگا پڑتا ہے،
ادارہ ایقاظ اپنے اِن قارئین کیلئے یہ سہولت پیش کرتا ہے کہ:

تقسیمِ عام کیلئے آپ ایقاظ کے حالیہ یا گزشتہ کسی بھی شمارہ میں شائع شدہ کوئی بھی مضمون الگ سے طلب فرما سکتے ہیں۔

آپ کا کوئی بھی طلب کردہ مضمون ادارہ ایقاظ آپ کو 25 پیسے فی صفحہ کے حساب سے ارسال کرے گا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی مضمون 40 صفحے کا ہے تو وہ آپ کو 10 روپے میں پڑے گا۔ ڈاک خرچ بھی بذمہ ادارہ ہوگا۔ البتہ چونکہ یہ سہولت تقسیم عام کیلئے پیش کی جارہی ہے لہٰذا کسی بھی مضمون کی ایک صد کاپی طلب کرنا ضروری ہوگا۔

Ph: 0323-403-1624 matbooateeqaz@gmail.com

شجرِ سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ

سہ ماہی ایقاظ

خصوصاً اِن موضوعات کے مطالعہ کیلئے:

☆ ایمان، عقیدہ، فکر، منہج، تربیت...... جو کہ بصیرت کی اساس ہیں

☆ ولاء اور براء...... جو کہ مسلم شخصیت کی پہچان ہیں......

☆ امتِ اسلام میں اخوت اور وحدت کے پنپنے اور انسانوں کے گرد کھڑی کر دی گئی سب سرحدوں کو بے وقعت کر دینے کی دعوت، سوائے اُن 'حدوں' کے جو معبود کے تعین اور طرزِ حیات کے چناؤ سے وجود میں آتی ہیں

☆ تحریک، سماجی تبدیلی، تہذیبی پیش رفت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، دعوت، تعلیم،...... باطل، شرک، ابتداع، فسق اور انحراف کے جملہ مظاہر کی تردید ومخاصمت، جاہلیت سے دوبدوئی...... جو کہ جہاد کے کچھ اہم ابواب ہیں

☆ انسانی رشتوں کا پاس، محروم، نادار، پسے ہوئے طبقے کی خیرخواہی اور اعلیٰ قدروں کی ترویج...... جو کہ مکارمِ اخلاق کے کچھ اہم مندرجات ہیں

- ایقاظ ایک منبر ہے اُس مبارک مشن میں تحریری شمولیت کیلئے جس کا مقصد آج کے اسلامی تحریکوں سے وابستہ نوجوانوں کو عقیدہ کے ایک اصیل متوازن منہج سے آراستہ اور ایک ٹھوس فکری اہلیت سے لیس کر دینا ہے اور اہلسنت گروہوں سے وابستہ تحریکی و جہادی وسماجی عمل کو فکری وثقافتی پہلوؤں سے مضبوط کر دینا

- ایقاظ ایک کاوش ہے جذبہ کو بصیرت میں مدغم کر دینے اور عمل کو علم سے برآمد کرنے کا منہج سامنے لانے کی

- ایقاظ ایک صدا ہے یہاں کے علمی ودعوتی حلقوں میں اس فقہِ اختلاف اور فقہِ ائتلاف کو زندہ وبحال کرنے کی جو کہ اہلسنت کا ایک امتیازی خاصہ اور ان کی قوت کا تاریخی راز ہے، اور جس کے عام ہو جانے سے حق کی قوتیں اپنے آپس کے وہمی معرکے ختم کر کے ایک نئے سرے سے متحد وصف آرا ہوں گی اور اتحاد و یکجہتی کے وقتی وسطحی وغیر طبعی مظاہر سے نجات پائیں گی۔

336 D سبزہ زار، لاہور 0323-4031624

www.eeqaz.com

حضرات! ایک طرف تو ہم کہیں کہ اسلام کے بغیر آدمی لاکھوں کروڑوں سال آگ میں جلے گا۔ دوسری طرف ہمارا یہ خیال ہو کہ اسلام میں آنے اور مسلمان رہنے کیلئے کوئی قاعدہ قانون ہی نہیں! عقل کا تقاضا ہے کہ خدا کی رحمت ایسی انمول چیز ہو تو سب کیلئے مگر ہو کسی اصول merit کی بنیاد پر۔ جو اسکو پائے وہ کسی معقول بنیاد پر پائے اور جو اِسکو کھوئے وہ بھی کسی معقول بنیاد پر۔

اب جہاں تک اس نعمت کو پانے کا تعلق ہے تو اس کا اصول یہ ہے کہ آدمی لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ کی صورت میں اپنی زندگی کیلئے ایک لائحہ عمل اختیار کرے اور اُس پر گامزن ہو۔ شروطِ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ کو پورا کرنا اسلام کے اِسی اولین مطالبہ سے عہدہ برآ ہونا ہے۔

اور جہاں تک اِس نعمت کو کھو دینے کا تعلق ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی کوئی ایسا قول، یا فعل، یا اعتقاد یا رویہ اختیار کر لے جو اُس کو دین سے خارج کر دینے والا ہو۔ یعنی ''نواقض اسلام'' کا مرتکب ہونا۔

نواقض اسلام ہر گناہ کو نہیں کہتے۔ حتیٰ کہ جو بڑے بڑے گناہ ہیں اور جن کو ہم ''کبائر'' بولتے ہیں مانند: قتل، زنا، چوری، ڈکیتی، سود خوری، شراب نوشی وغیرہ وغیرہ وہ بھی اسلام کے نواقض نہیں۔ مگر وہ باتیں جو ہم نواقض اسلام کے تحت اِس کتاب میں پڑھیں گے وہ اِن کبائر سے بھی بھیانک تر ہیں۔ یہ سب شرک اور کفر کی قبیل سے ہیں جو کبھی معاف ہوتے ہی نہیں، سوائے یہ کہ آدمی موت سے پہلے ان سے تائب ہو جائے۔